مسلسل اشاعت کا اکتالیسواں سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

484
ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ
دسمبر 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے سالانہ لازمی اخراجات کا تخمینہ سوا کروڑ روپے سے زیادہ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطایا صدقات اور زکوٰۃ و تعاون سے پورا ہو رہا ہے۔ انشاءاللہ آپ کی یہ خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔

اکاؤنٹ نمبر: یونائیٹڈ بینک اکوڑہ خٹک 7 - 01 ..... مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6-1102

فون نمبر: 630341 - 630435 (0923) **فیکس نمبر:** 630922 (0923)

ای میل ایڈریس: editor_alhaq@yahoo.com

منتظم اعلیٰ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

دار المطالعہ اشاعت اکیڈمی
نمبر 17.1.06
اکوڑہ خٹک

ماہنامہ الحق

جلد نمبر ---- 41
شمارہ نمبر ---- 03
ذیقعد ---- ۱۴۲۶ھ
دسمبر ---- ۲۰۰۵ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: کالاباغ ڈیم کا خطرناک اور متنازعہ فیصلہ۔ ملکی وحدت کو داؤ پر نہ لگایا جائے۔ مکہ معظمہ میں او۔ آئی۔ سی کا ''روایتی'' اجتماع .... راشد الحق سمیع ۲
زلزلہ۔ رجوع الی اللہ سے رخ مادیت کی طرف موڑنے کی کوششیں .... ادارہ ۶
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۱۰
حج بیت اللہ پر ایک نفسیاتی، عمرانی اور سیاسی نظر .... حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ ۱۵
ایمان اور عمل صالح کا تلازم .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۲۵
مولانا سمیع الحق صلیبی دہشت گردی کے تعاقب میں ...... (انٹرویوز) ...... مولانا عرفان الحق حقانی ۲۹
چین اسلام کے بارے میں مغربی پروپیگنڈہ میں نہ آئے .... محترمہ فرزانہ خان ۳۵
ایم ایم اے اور جمعیت علماء اسلام (س) کا کردار .... جناب شریف فاروق ۳۶
اسلام اور عصری سیاست جائزے اور منصوبے .... جناب راشد وحید قاسمی ۳۹
مشرقی اور مغربی روایت کا فرق .... ڈاکٹر قاری محمد طاہر ۴۹
حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ شخصیت اور خدمات .... جناب صلاح الدین ۵۱
اسلام اور عورت کی آزادی .... محترمہ شگفتہ نعمت ۵۴
الحق کے چالیس سال کی مناسبت سے خصوصی سلسلہ .... ادارہ ۵۸
افکار و تاثرات (حضرت مولانا سلمان ندوی، سینیٹر قاری عبداللہ۔ ڈاکٹر اینڈریو) .... ادارہ ۶۰
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　راشد الحق سمیع حقانی

کالا باغ ڈیم کا خطرناک اور متنازعہ فیصلہ

ملکی وحدت کو داؤ پر نہ لگایا جائے

حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی اور اُن کی جہالت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے۔ پاکستان کی یہ بدقسمتی ہے کہ اسے اکثر ایسے نالائق اور مطلق العنان حکمرانوں سے پالا پڑا ہے جو خود کو افلاطون اور اپنے فیصلوں کو پتھر کی لکیر سمجھتے ہیں۔ اور ان کے غلط فیصلوں کے طفیل ہم پہلے ہی مشرقی پاکستان گنوا بیٹھے ہیں پھر بھی حکمرانوں نے اس دلخراش واقعے سے کوئی بھی عبرت کا سبق حاصل نہیں کیا۔ اب جبکہ قدرتی آفت زلزلے کے بعد تمام قوم یکجان' یک زبان اور یکجہتی کی لڑی میں پروئی جاچکی تھی اور پھر کئی دہائیوں کے بعد اپوزیشن اور حکومت بھی اس حساس موقع پر ایک دوسرے کے ساتھ کئی امور پر تعاون کررہے تھے اور پاکستان کا ایک اچھا تاثر من حیث القوم باہر دنیا پر قائم ہونے لگا تھا لیکن ابھی دو ماہ بھی مشکل سے پورے ہوئے تھے کہ پرویز مشرف صاحب نے کالا باغ ڈیم جیسے متنازعہ ترین ایشو کو ایسے شدو مد اور بغیر کسی سے مشورہ لئے بے وقت چھیڑ دیا کہ عقل وخرد اس حساس موقع پر اس بے وقت کی راگنی پر حیراں ولرزاں ہے۔ اس متنازعہ مسئلہ پر اب ساری حکومت کی توجہ مرکوز ہوگئی ہے اور بیچارے زلزلے سے متاثرہ 45 لاکھ سے زائد افراد کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے اور ان کی ساری چیخ وپکار اب کالا باغ ڈیم کے ایشو میں ڈوب کررہ گئی ہے اور نتیجتاً اب برف کا کفن' خطرناک بارشیں اور موت کی وادیاں ان کی ''دادرسی اور غمخواری کی تدبیریں'' کررہی ہیں۔

کالا باغ ڈیم گزشتہ ۳۰ر۳۵ برس سے ایک متنازعہ ایشو ہے۔ جس کو مختلف حکمرانوں اور مختلف سیاسی پارٹیوں نے اپنی سیاست چمکانے کیلئے گاہے گاہے استعمال کیا ہے اور نتیجہ کے طور پر ہمیشہ ملک میں شدید افراتفری اور لاقانونیت' تعصب اور وفاق کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی صدائیں بلند ہوتی رہی ہیں۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بڑے آبی ذخائر اور بجلی کی پیداوار بڑھانے اور اس کی قیمت کم کرنے کے لئے ملک میں ڈیموں کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے کل ڈیموں کی تعداد 70 کے لگ بھگ ہے جس میں بمشکل بڑے ڈیم تین چار ہوں گے جبکہ پڑوسی ملک ہندوستان میں یہ تعداد ہزاروں سے تجاوز کرچکی ہے۔ اسی طرح افغانستان' ایران اور چین اور دیگر چھوٹے بڑے ملکوں میں بھی یہ تعداد لاتعداد ہے۔ لیکن بدقسمتی سے حکمرانوں نے ان

پچاس ساٹھ سالوں میں پاکستان اور عوام کو حقیقت میں کچھ بھی نہیں دیا۔ انہوں نے ساری توانائی صرف کالا باغ ڈیم جیسے متنازعہ ایشو پر ہی مرکوز رکھی۔ اگر اس ڈیم کے بجائے دیگر ڈیموں پر اُس وقت کام شروع ہو جاتا تو اب تک بھاشا ڈیم، اکھوڑی ڈیم، سکردو ڈیم اور دیگر چھوٹے بڑے درجنوں ڈیم پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے۔ اب یہ ایسے ڈیم کو بنانا چاہتے ہیں جس کے خلاف ملک کے تین صوبے آخری حدوں تک پہنچ چکے ہیں۔ تینوں صوبوں نے اپنی اسمبلیوں سے ڈیم کے خلاف قرارداد مذمت منظور کرالی ہیں۔ صوبہ سرحد، صوبہ سندھ اور بلوچستان کی سیاسی، مذہبی اور قوم پرست جماعتیں اس کے خلاف متحد ہیں۔ اسی طرح بڑی سیاسی جماعتیں بھی اس ڈیم کو صوبوں کے لئے زہر قاتل سمجھتی ہیں۔ صرف پنجاب واحد صوبہ ہے جس کو اس ڈیم سے زیادہ فائدہ پہونچنے کی توقع ہے۔ اگر چہ پنجاب بھی پاکستان کی مرکزی اکائی ہے اور اس کی ترقی بھی پاکستان اور ہم سب کی ترقی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس منصوبے میں دوسرے صوبوں کو مکمل طور پر نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل ماضی میں بھی پانی اور این ایف سی کے معاہدوں میں دیگر صوبوں کی نسبت پنجاب کو زیادہ سے زیادہ نوازا گیا ہے۔ اس حساس موقع پر صدر کے اس بیان نے مزید جلتی پر تیل کا کام کیا ہے کہ ''پنجاب کے لئے کالا باغ ڈیم ضرور بننا چاہیے ورنہ پنجاب کسی بھی حکومت کو گرا سکتا ہے۔ اور ہم پنجاب کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔''

ایسے بیان پر اس کے خلاف تمام صوبے یک آواز ہو گئے ہیں۔ اور ہر سُو تعصب کی ہوائیں اور نفرت کی صدائیں صاف سنائی دے رہی ہیں۔ بدگمانی اور احساس محرومی کا لاوا بھی کسی وقت پھٹ سکتا ہے۔ جو تباہی میں ۸ر اکتوبر کے زلزلے سے بڑھ کر ہوگا۔ اس کے بعد صدر صاحب نے ایک اور شوشہ چھوڑ دیا کہ ڈیم سے نہریں بھی نہیں نکلیں گی۔ سابق چیئرمین واپڈا اور سابق کالا باغ ڈیم پروجیکٹ کے چیف ایگزیکٹو شمس الملک نے واضح طور پر میڈیا میں کہہ دیا ہے کہ ''اگر صوبہ سرحد کیلئے کالا باغ ڈیم سے نہر نہ نکالی گئی تو یہ صوبہ سرحد کیلئے موت ہوگی۔ کیونکہ تمام صوبوں میں زمین کے آبیانے کا نرخ تقریباً یکساں ہے۔ اگر نہر نہ نکالی گئی تو اس کی قیمت بارہ ہزار روپے فی ایکڑ تک پہنچ جائیگی جو کہ سرحد کیلئے خودکشی کے مترادف ہوگی۔'' اسی طرح نہر نہ نکالی گئی تو سندھی بھی اپنی زمینوں کو کیسے سیراب کر سکیں گے؟

صوبہ سندھ جو پہلے ہی خشک سالی کا شکار ہے اور اس کی زراعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے، اب اگر دریائے سندھ پر ڈیم بھی بنالیا جائے تو اس سے ضرور صوبہ سندھ کو مزید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح صوبہ سرحد کا ایک بڑا حصہ پانی میں ڈوب جائے گا۔ اور صوبہ کے اہم اور مرکزی اضلاع ہمیشہ کے لئے پانی کی نذر ہو جائیں گے۔ سب سے زیادہ متاثر ہونے والا علاقہ ہمارا نوشہرہ کا ضلع ہے۔ اور خصوصاً اکوڑہ خٹک کا تاریخی، علمی و سیاسی شہر کے پانی سے بُری طرح متاثر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی طرح دارالعلوم حقانیہ جیسا بین الاقوامی علمی و روحانی ادارہ بھی خدانخواستہ پانی اور سیلابوں کی زد میں آجائے گا۔ اس کے علاوہ صوابی، مردان، چارسدہ اور پشاور کے اضلاع بھی اس کے منفی اثرات سے بری طرح متاثر ہوں گے۔ صوبہ سرحد جو پہلے ہی تربیلا ڈیم سے کافی نقصان اٹھا چکا ہے اور اس کی

ہزاروں ایکڑ زمین پانی کے سیم وتھور کی نذر ہو گئی ہے۔

اگر کالاباغ ڈیم کا فنی جائزہ بھی لیا جائے تو یہ کوئی بڑا طویل المدت منصوبہ نہیں۔ اس کی عمر صرف ۲۰ یا ۲۲ برس ہوگی پھر اس کے بعد اس ڈیم کی کارکردگی اور پیداوار کسی کام کی بھی نہیں رہے گی۔ حکومت کالاباغ ڈیم کے متعلق یہ پروپیگنڈا بھی کر رہی ہے کہ اس سے 3600 یا 4000 میگاواٹ بجلی پیدا ہوگی' لیکن ایک بڑے فنی ماہر کے سروے کے مطابق اس ڈیم سے 800 یا 1000 میگاواٹ بجلی پیدا ہوگی صرف ہزار میگاواٹ بجلی کے لئے اتنا بڑا خسارے کا سودا کہاں کی دانشمندی ہے؟ حکومت اس متنازعہ فیصلہ پر دو ارب روپوں کے قریب مصارف کر چکی ہے' حکومت کو چاہیے کہ وہ ملکی وحدت اور صوبوں کی یکجہتی کی خاطر اس منصوبے کو ترک کر دے کہیں ایسا نہ ہو کہ ملکی وحدت کی قربانی کی قیمت پر ہم ڈیم بنالیں اور خدانخواستہ دیگر صوبے کل کو مرکز و پنجاب کے خلاف اعلان جنگ نہ کر بیٹھیں۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں اس طرح کی حق تلفیاں کارفرما تھیں۔ حالات کو بالکل اسی سمت میں لے جایا جارہا ہے۔

وہ پاکستان جو لاکھوں مسلمانوں کی بے نظیر قربانیوں سے معرض وجود میں آیا تھا۔ خدارا اس کو مزید تقسیم ہونے سے بچائیں۔ پہلے ہی قوم پرست ولسانی جماعتیں ملک کے درپے ہیں۔ شاید اب اس ایشو سے ایسی قوتوں کو نئی زندگی دی جارہی ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ دوسرے آپشن پر بھی غور کرے۔ مثلاً ایٹمی بجلی گھر تعمیر ہونے چاہئیں۔ الحمدللہ ہم پہلے ہی ایک ایٹمی قوت کی حامل قوم ہیں۔ دوسرے ممالک اس مثبت سوچ میں ہماری حسب سابق بھرپور مدد کریں گے۔

ملک میں اس وقت کالاباغ ڈیم کی تعمیر کے خلاف مکمل اتفاق رائے ویکجہتی ہے اور دوسری جانب صرف پرویز مشرف اور مسلم لیگ (ق) کا بھی سارے نہیں کچھ حصہ کھڑا ہے۔ یہ کیسی جمہوریت اور کہاں کا انصاف ہے؟ اور کہاں کی حب الوطنی اور کس قسم کی سوچ کا مظاہرہ؟ اگر عدل وانصاف کا یہی معیار اور حکمرانوں کا یہی طرز حکومت رہا تو ملک وقوم کا کیا حشر بنے گا؟

مکہ معظمہ میں او آئی سی کا ''روایتی'' اجتماع

ع نشستند' گفتند' برخاستند

گزشتہ دنوں عالم اسلام کے قلب مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی برائے نام تنظیم او آئی سی کا غیر معمولی اجلاس بڑے طنطنے' ولولے' تزک واحتشام اور گھن گرج کے ساتھ اس امید پر شروع ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اجتماع عالم اسلام

کے لئے ایک نئی نوید سحر لے کر طلوع ہو اور امت مسلمہ جو اغیار کے تابڑ توڑ حملوں اور اس کی سازشوں کے ذریعے نیم جاں ہو چکی ہے، وادی فاراں کے پہاڑوں سے کوئی نیا ''نسخہ شفا امت کے مسیحا'' ڈھونڈ نکالیں اور امت مسلمہ کے مردہ قالب میں خودداری، حمیت، غیرت اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی صلاحیتیں دوبارہ زندہ کر سکیں۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ لیکن ان چارہ گروں کے پاس امت مسلمہ کو دینے کیلئے کچھ بھی نہیں تھا۔ بجز ''دہشت گردی'' کے خلاف متحد ہونے کے اور عالم اسلام کے حمیت پسند علماء و مفتیان کرام کے ان فتوؤں کے خلاف انہوں نے ''جہاد'' کرنے کا اعلان کیا کہ اب کوئی بھی عالم دین حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کا حق نہیں رکھ سکے گا۔ اگر او آئی سی دن کو رات کہے گی تو یہ علماء اور حریت پسند طبقہ بھی اس فیصلے کی تائید کریں گے۔

دراصل او آئی سی کا ایجنڈا حسب سابق واشنگٹن اور پینٹا گون میں تیار ہوا تھا۔ امریکہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے مذموم مقاصد کیلئے او آئی سی کا کندھا استعمال کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو دبانے اور ختم کرنے کی تمام کوششیں آزما چکا ہے۔ لیکن مجاہدین اور فطرتاً آزادی کے متوالے اور مسلمان حریت پسند ان کے قابو میں نہیں آرہے۔ اسی طرح مسلم حکمرانوں کے علاوہ تمام عالم اسلام کے مسلمان امریکہ اور مغرب کی پالیسیوں کے خلاف متحد و یک آواز ہیں۔ امریکہ او آئی سی کے ذریعے ان حریت پسندوں کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے مجاہدین اور سرفروش علماء کہاں ان کے دامِ ہم رنگ زمیں کا شکار ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح او آئی سی نے چند نمائشی اعلانات بھی کئے ہیں کہ اگر کسی بھی مسلمان ملک پر جارحیت کی گئی تو اس کا مقابلہ کیا جائے گا۔ تو پھر افغانستان اور عراق جو اس بدترین جارحیت کے شکار ہیں اس کے بارے میں آپ ایک لفظ مذمت بھی نہ کہہ سکے تو کل یہ کہاں ممکن ہے کہ آپ ان کے مقابلے میں بندوق اٹھائیں۔ او آئی سی اس قسم کے مذاقیہ اعلانات سے اپنی بچی کچھی اہمیت اور افادیت مزید گنوا رہی ہے۔ او آئی سی ایک مردہ گھوڑا ہے اس کو اب دفن کر دینا چاہیے۔ اس میں زندوں اور بہادروں کی ادنیٰ رمق بھی باقی نہیں رہی۔ رہا مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ خود امت مسلمہ بھی مغربی کلچر اور جمہوری نظام کی خوگر ہوگئی ہے۔ ان کے لاعلاج مرض کا علاج اب کہیں بھی ممکن نہیں رہا۔ مادیت کا زہر ہلاہل ان کے رگ و ریشے میں اس قدر پیوست ہو گیا ہے کہ اب کسی بھی تریاق یا مسیحا کی چارہ گری سے اس کا علاج ممکن نہیں۔ الغرض مسلم حکمرانوں اور خود مسلمانوں میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دیتے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ادارہ

زلزلہ۔ رجوع الی اللہ سے رخ مادیت کے طرف موڑنے کی کوششیں

(سینٹ آف پاکستان میں زلزلہ پر بحث کے اختتام پر سینیٹر مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطاب)

بسم اللہ الرحمان الرحیم یا حسرۃ علی العباد مایاتیھم من آیۃ من آیات ربھم الا کانوا عنھا معرضین

سینیٹر مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین صاحب مختصر سی بات کروں گا۔ زلزلہ کے بارے میں کافی تفصیل سے سینٹ میں دونوں طرف سے معزز حضرات نے ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اس پر بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ قوم نے، فوج نے، مختلف غیر حکومتی اور فلاحی NGO's نے اخلاص سے اور سرگرمی سے امدادی کاموں میں حصہ لیا، یہ سلسلہ الحمدللہ جاری ہے۔ میں ان تفصیلات میں اس وقت نہیں جانا چاہتا۔

آج آخری اجلاس ہے، زلزلے پر بحث کا اختتام ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں بحیثیت مسلمان کے جس میں آپ اور ہم سب اراکین، حزب اقتدار، حزب اختلاف سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور مسلمان ہیں۔ اس نقطہ نظر سے میں ایک دو باتیں کہوں گا۔ تاکہ یہاں ریکارڈ پر ضرور آجائیں اور مقصد خالص اللہ کی رضا ہے۔

جناب چیئرمین! یہ آفات اللہ کی طرف سے جھنجھوڑنے کیلئے آتی ہیں، مسلمان کا یہ عقیدہ ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو لوگ اللہ کی طرف بھاگتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن میں گارنٹی دی گئی تھی۔ کہ وما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں لائیگا جب تک آپ ان میں موجود ہیں۔ گویا آپ کی زندگی میں یہ خطرہ نہیں ہے، اس کے باوجود ذرا بھی آندھی آتی تھی، سرخ لہریں فضا میں آجاتی تھیں تو حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا، پریشان ہو کر باہر آتے تھے، جاتے تھے اور استغفار کرتے تھے، لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ اللہ کیطرف دوڑو جب کہ پتہ بھی تھا کہ میری موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا۔ اس وقت الحمدللہ قوم کی بہت بڑی اکثریت کو زلزلے کی وجہ سے استغفار کا موقع ملا ہے، لوگ اللہ کی طرف دوڑ پڑے، حالت بدل گئی اسلئے ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ بندے کو ذرا بریک لگ جائے۔ لیکن ایک لابی یہ بھی چل رہی ہے بڑی تیزی سے قومی سطح پر بھی اور بین الاقوامی لابی اور میڈیا اور وہ اس سارے امتحان اور آزمائش کا رخ خالص فطری قوانین اور نیچرل ریسورسز اور سائنس کیطرف موڑ کے بریک لگانا چاہتی ہے کہ ہم اصل کام اللہ کیطرف رجوع نہ کرسکیں۔

یہ دو نقطہ نظر ہیں ایک یہ کہ یہ صرف سائنس کا کرشمہ ہے اور یہ ہوتا ہی رہے گا' ایک یہ کہ سب کچھ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے اور اس کی طرف سے ہے تو ہم قرآن وسنت کی طرف رجوع کر کے معلوم کریں کہ قرآن و سنت کیا رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن وسنت کہتا ہے کہ سائنس اور فطرت یہ سب اسباب ہیں اور عالم اسباب میں اللہ نے ہر کام کیلئے' تباہی کیلئے' بربادی کیلئے' خوشحالی کیلئے' سیلاب کیلئے بھی' بارش کیلئے بھی زلزلے کیلئے بھی اسباب بنائے ہیں۔ اسباب سے مسلمان انکار نہیں کرسکتا' اسباب کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا لیکن مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ سب کچھ مسبب الاسباب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو سبب کے ذریعہ ہلاک بھی کرسکتا ہے' اور اسی سبب کو بچانے کا ذریعہ بھی بنا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسباب کے ذریعے ہلاک بھی کرسکتا ہے' آگ جلانے کیلئے اللہ نے سبب پیدا کیا ہے۔ لیکن جب اللہ نے ارادہ کیا کہ اسکی تاثیر سلب ہو جائے تو حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں حکم دیا کہ یا نار کونی بردا و سلم علی ابراهیم ۔ تو وہی نار ضرور گل وگلزار ہوا۔ سمندر غرق کرتا ہے' یہ سبب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فرعون کیلئے تو سبب بن جا لیکن موسیٰ اور اسکے لشکر کیلئے تیری تاثیر ختم ہے۔ اسمیں فرعون کو ڈبویا اور موسیٰ اور اسکے ساتھیوں کو بچالیا۔ ہواؤں کو اللہ نے زندگی کیلئے پیدا کیا ہے۔ لیکن بعض وقت اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ مٹا دو ان کو۔ یہ سبب تھا۔ اللہ نے وہ ہوا ان پر ایسی چلائی آٹھ دن کہ وہ بالکل کانهم اعجاز نخل خاوية (الاية) گرے ہوئے درختوں کی طرح ہو گئے۔ سخرها عليهم سبع ليال و ثمانية ايام فترى القوم فيها صرعى۔ قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے کہ ''سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔'' کلاشنکوف سبب ہے قتل کا' لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کلاشنکوف نے یہ مارا۔ کلاشنکوف جسکے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو چلا دے اور چاہے تو نہ چلائے۔ ہم کلاشنکوف کو مجرم قرار دیں۔ تو اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہوگی تو اسباب کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی ایک بہت بڑے مؤرخ ہیں' آپ جانتے ہیں کہ وہ سیرت النبیؐ کے مصنف اور شاعر بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

ے یہ اسباب ہیں دست قدرت میں یوں قلم دست کاتب میں جیسے رہے

قلم کچھ بھی نہیں ہے' کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں قلم کے بغیر لکھ سکتا ہوں۔ قلم خشک' بے جان' جامد' ایک تنکا ہے لیکن لکھنے والے کے تصور اور حرکت سے وہ اعلیٰ ترین اشعار' مضامین اور فصاحت بلاغت کے سیلاب بہا لیتا ہے' اس لکھنے والے کے تصور کے بغیر نہ وہ ''س'' لکھ سکتا ہے اور نہ ''ش'' لکھ سکتا ہے۔ ع قلم دست ِ کاتب میں جیسے رہے

ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ کچھ وجوہات ہوتی ہیں اور قرآن نے کہا کہ وہ وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ جب انسان نافرمان ہو جائے' عدل وانصاف کے پیمانے ختم ہو جائیں' ظلم کا دور دورہ ہو جائے' بڑے چھوٹے کی تمیز ختم ہو جائے' حاکم اور رعایا کے حقوق ایک دوسرے سے خلط ملط ہو جائیں۔ یہ نصوص ہیں' باپ اور اولاد کی تمیزیں ختم ہو جائیں' پھر ایسے زلزلوں کا تمہیں انتظار کرنا چاہیے۔ قرآن نے کہا ہے کہ ثمود اور عاد بہت بڑی قوم تھی' اسی پہاڑوں کی

طرح جس میں اب زلزلے آئے انہوں نے بڑے بڑے ستون تراش کر گھر بنائے تھے ۔ وثمود الذین جابوا الصخر بالواد الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیها الفساد فصب علیهم ربک سوط عذاب ان ربک لبا المرصاد (الایة) ''جو بڑے بڑے پہاڑ تراشے تھے۔انہوں نے دنیا میں سرکشی کی' نافرمانی کی اور زمین کو فساد سے بھر دیا تو اللہ نے کہا ان پر ایک تازیانہ' ایک کوڑا لگا یا اور سب کچھ تہس نہس ہو گیا۔کافر کہتے تھے کہ یہ سب کچھ زمانہ کرتا ہے۔قرآن نے اسے ذکر کیا کہ وما یهلکنا الا الدهر یہ کافروں کا عقیدہ تھا کہ ہماری موت اور حیات سب کچھ زمانے کے شب و روز کے' گردش لیل و نہار کا نتیجہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر شدید ناراضگی ظاہر کی تو قرآن نے کہا ان ربک لبا المرصاد تیرا رب مورچے میں ہے اور میں اسی طرح کرتا ہوں۔قرآن میں واضح ہے' نافرمانوں کے بارے میں۔بعض قومیں ایسی تھیں کہ ایک گرجدار آواز جیسے ایٹم بم کی آواز ہوتی ہے۔اس سے وہ تباہ ہو گئے۔ارشاد ربانی ہے ومنهم من اخذتهم الصیحة اور بعض قومیں ایسی تھیں جن پر زلزلہ آیا ومنهم من اخذتهم الرجفة اور بعض ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو اپنے گھروں اور بلڈنگوں سمیت زمین میں ومنهم خسفنا به الارض دھنسا دیا۔

یہ سارا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون ۔ میں تمہارے بچے بھی چھین لوں گا۔بچے جگر کا ٹکڑا ہوتے ہیں۔پھل ثمرات ہیں' وہ شہید ہو گئے لیکن رہنے والوں کیلئے ایک سزا اور عذاب بن گیا تو پھر ایسے حالات میں انا لله وانا الیه راجعون 'پڑھا کرو یعنی اللہ کی طرف رجوع کرو اور یہ نہ کہو کہ یہ سائنس نے کیا' فطری قوانین کا ہم انکار نہیں کرتے' لیکن ایسا تصور کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے نظام کو فیڈ کر دیا' اب وہ کمپیوٹر سے خود بخود ہو گا اور اللہ تعالیٰ دور جا کر آرام سے بیٹھ گیا تو ہم نے اللہ کو ایک معطل یا معزول شخصیت سمجھ لیا' نعوذ باللہ' کہ اب کمپیوٹر سے سب کچھ چلے گا' کمپیوٹر سے چلتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں ہے' میرے اشارے سے ہوتا ہے۔اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحی لها۔ انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا' سائنس زمین کی پلیٹیں الٹ پلٹ ہو گئی ہوں گی تو زمین کہے گی کہ خدا کے بندے تیرے رب ہی نے تو مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اب حضور اکرم ﷺ کی ایک دو احادیث پر اکتفا کرتا ہوں' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو نیک لوگ تھے اب یہ اللہ کو معلوم ہے کہ اللہ فیصلے کرتا ہے۔شاید اس علاقے کی آزمائش ہمارے لئے ہے کہ ہمیں بچا لیا کہ ہم عبرت حاصل کریں۔ہم سارا نقشہ دیکھیں' اگر ایک جھٹکے سے ہم بھی گئے ہوتے تو شاید ہمیں سنبھلنے کا موقع ملا ہی نہ ہوتا۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک قریشی حرم مکہ میں پناہ لئے ہوئے ہے۔ لیکن ایک لشکر اس کو ختم کرنے کے لئے چل پڑا ہے۔ اللہ نے اس لشکر کو مدینہ منورہ کے آس پاس عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔ اور وہ سارا دھنس گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ خواب حضرت عائشہؓ کو سنایا' حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ جو لشکر اس شخص کو مٹانے کے لئے آرہا تھا اس میں تو بے گناہ بھی ہوں گے' کچھ تو لشکر کے ساتھ اپنے ارادے سے تھے اور کچھ جبراً لائے گئے تھے۔ اور کچھ راستے میں آس پاس سے قافلے میں شامل ہو گئے تھے' وہ بے گناہ ہوں گے' یہ حضرت عائشہؓ نے اعتراض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عام ہوتا ہے اور آخرت میں ان کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھائے گا' آخرت میں ان کو عذاب نہیں ہوگا۔ واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خاصة یہ آیت کریمہ آپ کو معلوم ہے کہ ایسی پکڑ آجائے گی جو صرف ظالموں کو نہیں پکڑے گی' بے گناہ بھی اس میں آجائیں گے۔ یہ دنیا کا نظام ہے کہ جب برائی عام ہو جائے' کوئی بھی ہاتھ نہ روکا جائے تو اللہ تعالیٰ پھر سب کو گرفت میں لے لیتا ہے مگر آخرت کے لئے اس کے اپنے فیصلے ہیں۔ میرے محترم چیئرمین! میں سمجھ رہا ہوں کہ دیر بھی ہوگئی ہے۔

جناب چیئرمین: ساڑھے تین بجے انڈونیشین پریذیڈنٹ کے ساتھ میٹنگ ہے۔ اس لئے وقت کا خیال رکھیں۔

سینٹر مولانا سمیع الحق: میں چاہتا تھا کہ یہ چیزیں ریکارڈ پر آجائیں تو۔ یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے کہ یہاں اس وقت بھی اللہ کی طرف سے قوم اور مسلمان انابت الی اللہ نہ کریں۔ اور اسی طرف میں نے آغاز میں پڑھے گئے آیت کریمہ میں اشارہ کیا يا حسرة على العباد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اس رویے پر اظہار حسرت فرما کر کہتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی نشانی بھی اللہ کی طرف سے آجائے مگر یہ اپنا رخ اس سے موڑ لیتے ہیں مگر ہم تو پوری نشانی کا رخ ہی اللہ تعالیٰ کی بجائے مادیت کی طرف موڑنے لگ گئے۔ قومی میڈیا تو علمی اور فکری لحاظ سے بحیثیت مسلمان ہمیں اپنا عقیدہ درست کرنا چاہیے اور ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی زبانی فرمایا: فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارا ويمددكم باموال وبنين ويجعل لكم جنات ويجعل لكم انهارا۔ قحط آنے والا ہے۔ نوحؑ نے فرمایا کہ استغفار کرو دنیا ختم ہورہی ہے' روئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ سے مغفرت مانگو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی طرف لوٹ جاؤ اور روئیں اور توبہ کریں' اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں' ہم پاکستان کو ایک روشن خیال سٹیٹ بناتے رہے' مادر پدر آزاد سٹیٹ اسلامی تشخص اور شناخت کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ مدارس اور نصاب تعلیم اور اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور رقص و سرور کی تلقین صدر سے لے کر نیچے تک سٹیٹ سے ہو رہی ہے۔ ہمیں ان حالات پر نظر ثانی کر کے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی الضیافة وغایة الضیافة إلی کم هی
ضیافت (مہمانی) کا بیان اور یہ کہ ضیافت کی حد کب تک ہے؟

حدثنا قتيبة ثنا الليث بن سعد عن سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبي شريح العدوي انه قال: أبصرت عيناي رسول الله ﷺ وسمعة أذناي حين تكلم به قال: من كان يؤمن بالله و اليوم الاخر فليكرم ضيفه جائزته' قالوا وما جائزته؟ قال: يوم وليلة ' قال: و الضيافة ثلاثة أيام وما كان بعد ذلك فهو صدقة ' ومن كان يؤمن بالله و اليوم الآخر فليقل خيرا أو ليسكت...... هذا حديث حسن صحيح

ترجمہ: حضرت ابوشریح عدویؓ روایت کرتے ہیں کہ میری آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور میرے کانوں نے آپ ﷺ سے سنا جس وقت آپ ﷺ یہ کلمات ارشاد فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے مہمان کو اس کا عطیہ خوب باعزت طور پر دیدے۔ صحابہ نے عرض کیا' اس کا عطیہ کتنا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن رات۔ فرمایا'' اور ضیافت (مہمانی) تین دن ہے۔ اور جو اس کے بعد دینا ہے وہ صدقہ ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ نیکی کی بات کہے۔ اور یا چپ رہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مہمان نوازی بھی ایک مسنون عمل ہے اور اخلاق حمیدہ میں سے ہے۔ مہمان کا حق ہے میزبان پر کہ وہ اس کی مہمانی کرے اور مہمان کے لئے بھی کچھ آداب ہیں۔ اس باب میں مہمان اور میزبان دونوں کے حقوق اور آداب کا بیان ہو رہا ہے۔

ابصرت عيناي رسول الله ﷺ وسمعته اذناي الخ:

حدیث کا راوی حضرت ابوشریح عدویؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ یہ جملے ارشاد فرما رہے تھے

تو اس وقت میری آنکھیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں اور میرے کانوں نے آپ سے یہ جملے سنے' راوی کا اس حالت کو ذکر کرنے سے مقصود تاکید ہے کہ نہ تو اس میں جھوٹ کا شائبہ ہے اور نہ اس بارے میں مجھے وہم یا شک ہوا ہے بلکہ میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے یہ جملے ارشاد فرمائے ہیں اور مجھے وہ حالت پوری طرح یاد ہے کہ آپؐ یہ جملے ارشاد فرما رہے تھے۔ اور میں بقائمی ہوش وحواس سن رہا تھا۔

من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ: مہمان کی عزت واکرام کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کیا گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے مہمان کے لئے اس کی مہمانی بہتر اور خوب بنا دے۔ یعنی جو شخص مؤمن ہو تو اس میں یہ صفت ہونی چاہیے کہ حسب استطاعت مہمان کی عزت و اکرام کرے۔ مہمان کا اکرام کئی طریقوں سے ہوسکتا ہے' مثلاً اس کے ساتھ فراخدلی 'کشادہ جبین اور خندہ روئی سے پیش آنا' اس کے ساتھ میٹھی باتیں کرنا اور اس کو تین دن تک کھانا کھلانا۔ ایک دن رات اس کو حسب مقدور اچھا اور پُر تکلف کھانا تیار کرے۔ جس کو حدیث مذکورہ میں جائزہ کہا گیا ہے۔ اور اس کے بعد تین دن تک تکلف کے بغیر جو کچھ میسر ہو دیا کرے۔ مہمانی کا حق اب ختم ہوگیا۔ اس کے بعد اگر میزبان اس کو کچھ نہ دے تب بھی اس پر شرعاً کوئی الزام نہیں ہے۔ اور اگر دے دے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

کیا ضیافت واجب ہے؟ وما کان بعد ذلک فھو صدقۃ: بعض فقہاء کرام نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے کہ تین دن کے بعد جو کچھ دے تو وہ صدقہ ہے یعنی نفل ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک ضیافت کرنا واجب ہے' اس کے علاوہ بھی بعض روایات سے وجوب معلوم ہوتا ہے' لیکن جمہور اس کو سنت قرار دیتے ہیں کہ یہ مکارم الاخلاق کے قبیل سے ہے اور بعض نے تفصیل کرتے ہیں کہ اہل بادیہ اور گاؤں والوں پر ایک دن رات تک واجب ہے اور شہر والوں پر واجب نہیں۔ اور بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ تین دن کے بعد اس کو ایک دن رات کا کھانا دے کر رخصت کرنا چاہیے تاکہ اس خرچہ پر وہ ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچ سکے۔ لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس مسافر کا جانا ایسے راستے پر ہو جس میں آبادی قریب نہ ہو اور سہولیات مفقود ہوں۔

من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلیقل خیرا او لیسکت: یعنی جو شخص کامل ایمان والا ہو اور کامل ایمان چاہتا ہو تو وہ یا تو نیکی اور بھلائی کی باتیں کرے اور یا پھر خاموش رہے۔ کیونکہ بری باتوں میں نفع نہیں ہے بلکہ اس سے کی گئی نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔

حدثنا أبی عمر ثنا سفیان عن ابن عجلان عن سعید المقبری عن أبی شریح الکعبی أن رسول اللہ ﷺ قال: الضیافۃ ثلاثۃ أیام وجائزتہ یوم ولیلۃ" وما انفق علیہ بعد ذلک فھو صدقۃ' ولایحل لہ أن یثوی عندہ حتی یحرجہ۔

ومعنی قوله: "لایثوی عنده" یعنی الضیف لایقیم عنده حتی لیشتد علی صاحب المنزل۔ و الحرج هو الضیق۔ إنما قوله" حتی یحرجه یقول: حتی یضیق علیه۔ وفی الباب عن عائشه و أبی هریرة وقدرواه مالک بن انس و اللیث بن سعد عن سعید المقبری ۔۔۔ هذا حدیث حسن صحیح ۔۔۔ و ابوشریح الخزاعی هو الکعبی وهو العدوی و اسمه خویلد بن عمرو۔

ترجمہ: حضرت ابوشریح کعبیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ضیافت (مہمانی) تین دن تک ہے۔اور مہمان کا جائزہ (یعنی اس کیلئے طعام کی خصوصی اور پر تکلف تیاری) ایک دن رات ہے اور جو کچھ میزبان اس کے بعد اس پر خرچ کرے تو وہ صدقہ ہے۔اور اس مہمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ یہاں تک گھر والے کے پاس ٹھہرے کہ اس کو حرج اور تنگی میں ڈال دے۔ اور آپؐ کے ارشاد گرامی "لایثوی عنده" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مہمان، گھر والے کے پاس زیادہ نہ ٹھہرے کہ اس پر تنگی اور بوجھ پڑ جائے۔اور "حرج" تنگی کو کہا جاتا ہے۔اور "حتی یحرجه" کا مطلب یہ ہے کہ "یہاں تک کہ وہ تنگ آ جائے" اور اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایات ہیں۔اور اس حدیث کو حضرت امام مالک بن انس اور حضرت لیث بن سعد نے بھی حضرت سعید المقبری سے روایت کیا ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوشریح الخزاعی، یہی ابوشریح کعبی اور یہی ابوشریح العدوی ہے اور اسکا نام خویلد بن عمرو ہے۔

تشریح وتوضیح: گزشتہ روایات میں مہمان کا جو حق ہے، میزبان پر اس کا ذکر ہوا، اور اس روایت میں مہمان کے حق کے ساتھ ساتھ میزبان کا جو حق ہے، مہمان کے ذمے اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔میزبان کے ذمہ جو حق مہمانی لازم ہے اس کی تفصیل گزشتہ حدیث کے ذیل میں ذکر ہوئی اور مہمان کے لئے جس ادب کا خیال رکھنا لازم ہے وہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ارشاد ہے: ولا یحل له ان یثوی عنده حتی یحرجه: یعنی مہمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ میزبان کے ہاں اس حد تک ٹھہر جائے کہ اس کو حرج اور تنگی میں ڈال دے۔مہمان تو خود جنتی ہوتا ہے۔کیونکہ بے فکر تکیہ لگا کر بیٹھ جاتا ہے اور پکا پکایا من وسلویٰ سامنے لایا جاتا ہے۔لیکن گھر والوں کا بھی تو خیال رکھنا چاہیے۔ایسا نہ ہو جیسا ایک آدمی دوسرے کے پاس ایک اونٹ کا ہدیہ لے کر آیا تھا اور پھر اس طرح پکا ڈیرہ لگا دیا کہ جیسا کہ اسے واپس جانا ہی نہیں اور بالآخر میزبان کو مجبوراً یہ کہنا پڑا۔

یامبرماً أهدی جمل ...... خذ' وانصرف الفی جمل

قال وما اوقارها ...... قال زبیب و عسل (الخ)

باب السعی علی الأرملہ والیتیم

(بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کے لئے محنت وکوشش کرنے کا بیان)

حدثنا الانصاری ثنا معن ثنا مالک عن صفوان بن سلیم یرفعه الی النبی ﷺ قال: الساعی علی الأرملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله اوکالذی یصوم منها رویقوم اللیل۔ حدثنا الانصاری اخبرنا معن بن مالک عن ثوربن زید عن ابی الغیث عن ابی هریره عن النبی ﷺ مثل ذلک۔ هذا حدیث صحیح غریب۔ وابو الغیث اسمه سالم مولی عبدالله بن مطیع و ثور بن یزید شامی -- و ثور بن زید مدنی۔

ترجمہ: حضرت صفوان بن سلیمؓ نے جناب رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ بیوہ اور غریب و نادار کے لئے محنت مزدوری کر کے کمانے والا (ثواب کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے۔ یا اس آدمی کے برابر ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کی روایت کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور ابوالغیث جو ہے اس کا نام سالم مولی عبیداللہ بن مطیع ہے۔ اور ثور بن یزید شامی ہے۔ اور ثور بن زید مدنی ہے۔

بے سہاروں پر خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے: ان روایات میں جناب رسول اللہ ﷺ نے بر وصلہ کے بعض دوسرے پہلو کی خاص طور پر فضیلت بیان فرمایا ہے۔ غریبوں' بے کسوں' بیواؤں اور بے سہارا لوگوں کی خبر گیری کرنا اور ان کے لئے کما کر ان پر خرچ کرنا اجر وثواب کے لحاظ سے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔ جہاد میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جان (روح) کو قربانی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اور بیواؤں' ضعیفوں پر خرچ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال لگاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ "المال شقیق الروح" یعنی مال' روح کا سگا بھائی ہے۔ پس جن مواقع میں مال لگانے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ ان مواقع میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے مال کی قربانی پیش کرنا اسی طرح ہے۔ جیسا کہ یہ آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کی قربانی دیتا ہے۔ اس لئے اس عمل کا اجر وثواب جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔

او کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل: یا غریبوں بیواؤں' بے سہاروں پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے' اور رات بھر نماز میں گزارتا ہے۔ چونکہ بیواؤں اور غریبوں کی خبر گیری کرنے والا آدمی جب دن میں محنت مزدوری کرتا ہے۔ اور اس کی کمائی میں غریبوں کا حصہ ہوتا ہے۔ اور جب رات کو اپنے بستر پر آ کر سوتا ہے تب بھی اس کے ساتھ ہر وقت غریبوں مسکینوں اور بے سہاروں کی فکر لاحق ہوتی ہے اس وجہ سے گویا اس

کا دن رات سب عبادت میں گزارتا ہے جیسا کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو نماز پڑھتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ غریبوں اور بیواؤں پر خرچ کرنا اور بے سہاروں کی خبر گیری کرنا جہاد فی سبیل اللہ اور دن کو روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے کے برابر اجر و ثواب کا باعث اور بہترین عمل ہے۔

باب ماجاء فی طلاقة الوجه وحسن البشر

(خندہ روئی اور بشاشت کا بیان)

حدثنا قتيبه ثنا المنكدر عن أبيه عن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ: كل معروف صدقة وإن من المعروف ان تلقى أخاك بوجه طلق وان تفرغ من دلوك في اناء اخيك ... وفي الباب عن أبي ذر ... هذا حديث حسن صحيح. ترجمہ: حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیک کام صدقہ ہے۔ اور یقیناً نیکی کے کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ تو اپنے بھائی (مسلمان) سے بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ مل جائے۔ اور یہ بھی ہے کہ تو اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دے۔ اس باب میں حضرت ابوذرؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

معروف اور منکر کی تشریح: كل معروف صدقة: معروف کا معنی ہے جانا پہچانا، اور منکر اس کا ضد ہے، جو غیر معروف اور نا آشنا ہو، جیسا کہ کوئی آدمی غیر معروف دارالعلوم میں آئے۔ اور اس کی شکل وصورت اور اس کا وضع قطع، سب نیا ہو تو طلبہ اس کو دیکھ کر سمجھ جائیں، کہ یہ تو کوئی نا آشنا اور غیر معروف آدمی ہے۔ اور اگر اس کا وضع قطع لباس، اور شکل وصورت طالب علموں کی طرح ہوں۔ تو پھر طلباء اس کو غیر معروف اور منکر نہ سمجھیں گے۔ پس معروف اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کا نیکی کا کام ہونا ادلہ شرعیہ اور طرف سے بھی معلوم و معروف ہو اور منکر اس کے خلاف ہے۔ پس حدیث پاک کا مطلب واضح ہے کہ ہر موافق شریعت نیکی کا کام صدقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقات کا اجر وثواب حاصل کرنا صرف مال لگانے پر موقوف نہیں، جو شخص نادار اور غریب ہو تو مختلف قسم کے نیک اعمال کر کے بغیر مال لگائے بھی ہزاروں صدقات کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ پھر ان نیکی اور موافق شرع افعال کے بعض افراد کو رسول اللہ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ وان من المعروف ان تلقى اخاك بوجه طلق الخ یعنی نیکی کے کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ تو اپنے بھائی مسلمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو۔ اس سے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا۔ نیز اپنے ڈول سے اپنے بھائی مسلمان کے برتن میں پانی ڈال دو تا کہ وہ علیحدہ ڈول نکالنے کی تکلیف سے بچ جائے یہ بھی صدقہ ہے۔

حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

حج بیت اللہ پر ایک نفسیاتی، عمرانی اور سیاسی نظر

اس مضمون میں حضرت علامہ افغانی سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و سابق وزیر معارف ریاست قلات نے اپنے مخصوص حکیمانہ اسلوب میں فریضۂ حج پر روشنی ڈالی ہے۔ اور فریضۂ حج کے بارے میں مغربی اور الحادی شکوک وشبہات کا متکلمانہ انداز میں جواب دیا ہے۔ یہ بلند پایہ مضمون ایسے وقت میں شائع کیا جارہا ہے کہ زائرین حج کی روانگی قریب ہے۔ امید ہے کہ حجاج حضرات اور عام مسلمانوں کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ اور اہل علم حضرات کے لئے بھی اس کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ امید ہے کہ عمیق اور عالمانہ طرز بیان کے باوجود اس مضمون سے استفادہ کیا جائے گا۔ .... (ادارہ)

اسلامی عبادات میں حج بیت اللہ ایک ایسی عبادت ہے کہ مستشرقین یورپ نے سب سے زیادہ اعتراض کا مورد اسی کو بنایا ہے۔ درحقیقت مستشرقین کی استشراقی سرگرمیوں کا محوری نکتہ اور مقصد علمی تحقیق کم اور اعتراضی پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ جس سے ان کا مقصود مسلمانوں کے قلوب سے اسلامی عبادات کی عظمت کو ختم کرنا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تحریک علمی کم اور سیاسی زیادہ ہے۔ اس لئے انہوں نے زبان وقلم دونوں سے اس پروپیگنڈہ کو زور شور سے پھیلایا کہ اسلامی عبادت میں حج ایک نامعقول فعل وعمل ہے۔ اسلام کے متعلق مسیحیوں کی یہ دریدہ ذہنی صلیبی جنگوں سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی، لیکن دور حاضر میں مخصوص مصلحت اندیشوں کے تحت اس فتنہ نے استشراق کا علمی لبادہ پہن لیا، تاکہ زیادہ جاذب توجہ ہو سکے، صلیبی جنگوں سے بہت پہلے شام کے ایک نابینا شاعر اسی فتنہ سے متاثر ہو کر طنزاً کہہ چکا ہے:

وقوم الوا من اقاصی البلاد   لدمی الجمار ولثم الحجر
فوا عجباً من مقالاتهم   ایعمی عن الحق کل البشر

''مسلمان قوم دور دراز ممالک سے سنگریزوں کے پھینکنے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے آتی ہے، اور اس وقت جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ قابل تعجب ہے کیا حق سے ساری دنیا اندھی ہو چکی ہے''

یہ شاعر ابوالعلاء المعری ہے جسکی ولادت ۳۵۳ھ میں اور وفات ۴۴۹ھ کو ہوئی ہے، اس سے اس فتنہ کی

قدامت ثابت ہوتی ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات میں حج چونکہ سب سے زیادہ بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے' جس کو مسیحیوں کا سیاسی مزاج برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے سارا زورِ قلم انہوں نے اسی کے خلاف صرف کیا' جس طرح جہاد کو انہوں نے ہدفِ طعن بنایا تھا' جس کا ان کے مقلد مسلمانوں پر یہ اثر پڑا کہ وہ اس کے نام لینے سے بھی شرمانے لگے۔ اور اسلام کی اس عظیم طاقت کو انہوں نے تاویلات کے شکنجے میں جکڑ کر اس کی اصلی روح کو ختم کردیا۔

حج اور جہاد اسلام کی وہ زبردست دو طاقتیں ہیں' جو مسیحی اقوام کے سیاسی مزاج کے لئے خطرہ ہیں۔ وہ مسلمانوں کی رگِ حیات کو خوب جانتے ہیں۔ اس لئے وہ اسی مقام پر اپنا نشترِ اعتراض چبھو دیتے ہیں۔ جس سے وہ ہماری حیاتِ ملی کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ فلسفہ حج کے متعلق کچھ ضروری امور بیان کردوں تاکہ اس قسم کی غلط اندیشیوں کا خاتمہ ہو اور اصلی حقیقت کسی حد تک سامنے آجائے۔

<u>مقامِ حج:</u>

حج کی اہمیت کے پیشِ نظر کتاب وسنت نے اس کو اسلامی زندگی کا اہم جز قرار دیا ہے۔ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (القرآن)

ترجمہ: ''اللہ کی طرف سے لوگوں پر ایک خاص گھر کا حج فرض ہے جس کو وہاں پہنچ جانے کی طاقت ہو' اور جو کفر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے''

اس آیت میں فرضیت حج کے ساتھ ساتھ ترکِ حج کیلئے ایسی شدید تعبیر اختیار کی گئی جس نے اسلامی زندگی کے لئے حج کو بہت ضروری قرار دیا۔ یعنی ترکِ حج کیلئے ومن لم یحج یعنی جو کوئی حج نہ کرے یہ تعبیر اختیار نہیں کی گئی بلکہ اسکی بجائے یوں فرمایا ومن کفر یعنی جو کفر اختیار کرے جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ استطاعت کے باوجود ترکِ حج ایک کافرانہ فعل ہے' مومنانہ نہیں جس سے معلوم ہوا کہ حج اور ایمان میں کس قدر شدید تعلق ہے۔

ابوامامہ سے مسند امام احمد میں روایت ہے کہ جو مسلمان مر جائے' اور بلاعذر حج ترک کردے تو وہ یہودی اور نصرانی کی موت مرتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دو گروہ حج کے خلاف ہیں' کیونکہ مشرکین عرب قبل از اسلام بھی حج کرتے تھے۔

روح المعانی میں صحیح سند کے ساتھ فاروق اعظم کا ایک فرمان منقول ہے کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ مسلمانوں کے شہروں میں اپنے عامل اور کارندے بھیج دوں تاکہ جو مسلمان استطاعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو ان پر جزیہ لگائے کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

اس سے حج کا مقام بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اب حج کا تعلق چونکہ بیت اللہ اور خانہ کعبہ سے ہے' اس لئے

حقیقت کعبہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں' تا کہ بیت اللہ اور خانہ کعبہ کے متعلق صحیح اسلامی تصور ذہن میں جم جائے۔

حقیقت کعبہ:

آگے چل کر ہم بیان کریں گے کہ محبت الٰہی جو فطرت انسانی میں داخل ہے' اس کی تکمیل اور تشنگی بجھانے کے لئے ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے' تا کہ وہ تصور محبت کے لئے ایک ٹھکانہ ہو۔ اس مرکزیت کے انتخاب کے لئے اسلام نے ضروری سمجھا کہ وہ مرکز مظہر تجلی الٰہی تو ضرور ہو۔ لیکن بت یا بت کا مشابہ اور مماثل نہ ہو' تا کہ خدا پرستی بت پرستی کی شکل اختیار نہ کرنے پائے اور اسلامی توحید صنمیت (بت پرستی) سے آلودہ نہ ہو اور ذات حق کی شان تنزیہی قائم رہے۔

علم الاصنام سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تاریخ بشریت کے آغاز سے اللہ کے سوا جن اشیاء کو اب تک معبود بنایا گیا ہے وہ ایسی چیزیں تھیں' جن میں مندرجہ ذیل خصوصیات موجود تھیں۔

۱۔ مبصریت یعنی نظر آنے والی چیزیں

۲۔ لونیت یعنی رنگدار ہونا۔

۳۔ کثافت یعنی ایسا جسم ہونا جو لطیف اور غیر مرئی نہ ہو۔

زمینی بت اور آسمانی سیارے سب اسی دائرے کی چیزیں ہیں کہ نظر بھی آتی ہیں' رنگدار بھی ہیں اور غیر مرئی بھی نہیں۔

اسلام نے مرکز محبت کے لئے ایسی چیز کا انتخاب کیا ہے جو بتوں سے ان تین خصوصیات میں بالکل جدا اور مبائن ہے۔ اور وہی چیز حقیقتِ کعبہ ہے یعنی خانہ کعبہ کی چار دیواری کے درمیان جو فضا ہے اور جو اوپر کو غیر محدود مقام تک چلی گئی ہے' وہی حقیقتِ کعبہ ہے' باقی چھت اور چار دیواری اس فضا کی تعین و تشخص کے لئے کھنچی گئی ہے تا کہ تجلی گاہِ الٰہی کی یہ فضا دوسری فضا سے مخلوط نہ ہونے پائے یہی وجہ ہے کہ خود اسلامی دور میں عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں پرانی دیواریں اور چھت گرائی اور از سرنو خانہ کعبہ کو تعمیر کیا' اسی طرح اس کے بعد حجاج ابن یوسف الثقفی نے خلیفہ عبدالملک کے حکم سے ابن زبیر کے بنا کردہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ ان دو واقعوں کے دوران چھت اور چار دیواری باقی نہ رہی۔ لیکن مسلمانوں نے قبلہ رخ ادائیگی نماز کو اسی طرح جاری رکھا اور نماز کو ملتوی کرنے کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا' جو اس امر کی دلیل ہے کہ عمارت گرا دینے کے باوجود حقیقی کعبہ باقی تھا جو فضائے کعبہ ہے۔ اس کے علاوہ ہم ابوقبیس یا قیقعان پہاڑ پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جو خانہ کعبہ کی چھت سے بہت بلند ہے۔ اس لئے ان پہاڑوں کی چوٹی پر جو نمازی ہو تو اس کے بالمقابل عمارت کعبہ سامنے نہیں آتی۔ بلکہ کعبہ کی چار دیواری اور چھت نیچے رہ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زمین گول ہے' لہذا دور علاقے کا اگر کوئی آدمی ہموار زمین پر بھی نماز پڑھ لے تو کعبہ کی عمارت سامنے نہ ہوگی' لیکن کعبہ کی دیواروں کے درمیان گھری ہوئی فضا جو آسمانوں تک گئی ہے' وہ ہر حال میں سامنے رہے گی اور یہی فضا حقیقی کعبہ ہے۔

چھت کا ڈالنا بالائی تحدید کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ دیواروں کی حفاظت ہو۔

اس پر ہوائی جہاز کی نماز کو قیاس کرو' اس میں سمت قبلہ کو اگر چہ عمارت موجود نہیں لیکن فضا ضرور موجود ہے جو کہ حقیقی کعبہ ہے۔ان وجوہات سے حقیقی کعبہ کا اسلامی تصور واضح ہو گیا۔

مرکزیت محبت کے لئے فضاء کا انتخاب:

جب یہ معلوم ہوا کہ حقیقی کعبہ بیت اللہ کی معین فضا ہے اور فضا یا ہوا ایک ایسی چیز ہے جو بت پرستانہ خصوصیات سے پاک ہے' فضا میں نہ مبصریت ہے کیونکہ فضاء نظر نہیں آتی' نہ کثافت ہے' بلکہ لطافت ہے اور نہ لونیت یعنی رنگ ہے' یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی قوم نے فضا یا ہوا کی عبادت نہیں کی۔اس انتخاب میں ایک طرف فطرتِ انسانی کا لحاظ ہے کہ اس کے تصور محبت کے لئے ایک معین ٹھکانہ ہو اور دوسری طرف ذاتِ حق اور محبوب حقیقی سے بھی ایک درجہ میں مناسبت ہے کہ رنگدار اور کثیف نہ ہونے کی وجہ سے لاتدرکه الابصار (کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھتیں) مصداق ہے۔

مناسک حج اور افعال حج کو چونکہ اسی حقیقی کعبہ سے تعلق ہے' لہٰذا ہم اسلام کے اس عظیم رکن حج کا فلسفہ اور اس کے اسرار وحکم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں' تاکہ ذہن میں حج کی معقولیت کا تصور جم جائے۔

پہلی حکمت:

انسان کائناتِ عالم کی ایک شریف ترین ہستی ہے۔اور اس کی فطرت میں مخصوص محبت داخل ہے' جس کا نام محبت لطیفہ ہے۔محبت اگر مادیات سے ہو تو وہ محبت کثیفہ ہے' اس میں حیوان اور انسان مشترک ہیں کیونکہ انسان بھی حیوانات کی طرح ایک جسم مادی رکھتا ہے تو حیوانات کے ساتھ اس وصف میں اس کا اشتراک لازمی ہے' حیوان کو کھانے کی چیزوں سے محبت ہے' پینے سے محبت ہے۔نر و مادہ میں باہمی محبت ہے' اولاد سے محبت ہے' ان ساری محبتوں میں انسان ان کا شریک ہے اور اسی کا نام محبت کثیفہ ہے۔

محبت کی دوسری قسم محبت لطیفہ ہے جو صرف انسانی خصوصیت ہے' اور روح انسانی کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ لطیف اور نامحسوس اشیاء سے محبت کرتی ہے' مثلاً انسان کو خود اپنی روح سے محبت ہے' علم سے محبت ہے' اپنی بصارت یعنی قوۃ بینائی سے محبت ہے' اور یہ سب چیزیں لطیف اور ماوراء حس ہیں۔

محبت لطیفہ کی اعلیٰ قسم:

محبت لطیفہ کی اعلیٰ قسم خداوند تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ محبوب سب سے اعلیٰ ہے اور یہ محبت بھی فطرت انسانی میں داخل ہے' انسان نے تاریخ کے ہر دور میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار کیا ہے اور اسی محبت کے فطری جذبہ کی تکمیل کے لئے اس نے عبادت گاہیں' کسی نے مسجد کسی نے مندر کسی نے گرجا کی تعمیر کی ہے۔اس میں صرف اہل اسلام نے

محبت الٰہی کے صحیح مقام کو پایا اور باقی اقوام نے اصل مقام سے بھٹک کر محبت الٰہی کا غلط تصور اختیار کیا' لیکن محبت الٰہی صحیح ہو یا غلط دونوں صورتوں میں محبت الٰہی کی غلط قسم خود محبت کی صحیح قسم کے موجود ہونے کی دلیل ہے اگر کسی جگہ کھوٹہ روپیہ یا جعلی نوٹ استعمال ہوتو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اصلی نوٹ یا کھرا روپیہ بھی اپنی جگہ موجود ہے اور یہ جعلی اور کھوٹا سکہ اس کے خلاف ہے' باطل کی موجودگی حق کی موجودگی کا ثبوت ہے' ورنہ حق و باطل کی تقسیم ہی بیکار ہو جائے گی۔

جب یہ ثابت ہوا کہ جس طرح محبت کثیفہ جسمانی اعتبار سے فطری ہے اور ہر کوئی کھانے' پینے اور جنسی میلان سے محبت رکھتا ہے' تو اسی طرح روحانی حیثیت سے انسان کے لئے محبت الٰہی بھی فطری ہے' اور جس طرح قدرت نے محبت کثیفہ مادیہ کے لئے سر وسامان کا انتظام کیا ہے۔ اور زمین پر کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا دسترخوان قدرت نے انسان کے لئے بچھا دیا ہے۔ اسی طرح محبت لطیفہ کے فطری تقاضا کی تکمیل کے لئے بھی قدرت نے انتظام کیا ہے کیونکہ یہ روحانی تقاضا جسمانی تقاضا سے اہم اور قیمتی ہے۔

محبت روحانیہ لطیفہ کی تکمیل:

خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہر انسان کو محبت ہے' اگر چہ چند ایسے لادین اور دہری افراد بھی موجود ہوں کہ ان کو خدا سے محبت نہ ہو بلکہ سرے سے خدا سے انکار ہو' تو اس سے محبت الٰہی کے فطری ہونے پر اثر نہیں پڑتا' بلکہ ان کو روحانی مریض اور قلب و دماغ کا بگڑا ہوا شخص تصور کیا جائے گا۔ جیسے کہ بعض مریضوں کو بوجہ مرض کھانے کا شوق باقی نہیں رہتا' اور نہ طبیعت میں غذا کھانے کی طرف میلان ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ غذا فطری کی ضرورت نہیں' بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ مزاج بدنی اعتدال پر نہیں اور وہ مریض ہے' یہی حال روحانی مزاج کا ہے' جب وہ اپنے فطری تقاضا محبت الٰہی سے بیزار ہو جاتا ہے تو یہی سمجھا جائے گا' کہ اس کا روحانی مزاج اعتدال سے ہٹا ہوا ہے اور اس کی روح اور قلب و دماغ مریض ہے۔

مرکزیت کعبہ کی ضرورت:

محبت الٰہی میں چونکہ محبّ مکانی اور زمانی ہے اور محبوب حقیقی غیر زمانی و غیر مکانی ہے' اس کے علاوہ ماوراء تصور ہے' لہٰذا دونوں میں کامل بعد اور عدم تناسب ہے' اس لئے ضرورت ہوئی کہ شان تنزیہہ (اللہ کی پاکیزگی اور بڑھائی) اور کبریائی کو قائم رکھتے ہوئے مخلوقات باری میں کعبہ حقیقی (فضاء بیت اللہ) کو وہ اپنے انوار و تجلیات خاصہ کا مظہر بنائے۔ تاکہ مکان و زمان کی نقاب میں آ کر وہ انوار و تجلیات انسان کے تصور محبت کے لئے تسکین کا سامان ہوں اور ارتباط محبت کے استحکام کا ذریعہ بنیں۔ وہ مظہر تجلی تمام ضمنی خصوصیات (بت پرستانہ صفات) سے مبرا ہو۔ اس مظہر تجلی الٰہی کے ساتھ جو محبانہ اور عاشقانہ عمل بطور عبادت وابستہ کیا جائے' مثلاً حج اس کے تمام اعمال و مناسک بھی ایسے ہوں کہ وہ واحد لاشریک ذات یعنی صاحب تجلی کے لئے ہوں' کعبہ اور تجلی گاہ کے لئے نہ ہوں' کیونکہ تجلی گاہ یعنی کعبہ خود مخلوق

اور عبد ہے نہ کہ معبود۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حجر اسود کو جو کعبہ کا مقدس ترین حصہ ہے مخاطب کر کے مجمع عام میں فرمایا: واللہ انک لحجر لاتنفع و لا تضر لو لا رأیت رسول اللہ ﷺ قبلک ماقبلتک (بخدا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ فائدہ دے سکتا ہے، اور نہ نقصان اگر حضور کے عمل کی پیروی ہے اور حضور کا عمل اس لئے نہ تھا کہ خود حجرِ اسود محبوب ہے، بلکہ محبوب حقیقی کی محبت کی علامت ہے، یہی راز ہے کہ حج کے تمام اعمال میں جو مسلسل عمل ہے وہ تلبیہ ہے یعنی لبیک الھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک و الملک لاشریک لک۔ (حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں سب تعریف سارا احسان تیرا ہی ہے، سلطنت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)

یہی وہ الفاظ ہیں جنکو بار بار حاجی دہراتا ہے اور جن میں اللہ کی کبریائی کا اعلان ہے، تمام حجاج تلبیہ کہہ کر بار بار یہ اعلان کرتے ہیں کہ ساری طاعت، نعمت، حمد و اختیار صرف ذات رب العالمین کیلئے ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں۔

حج کے تمام اذکار میں الٰہی عظمت و توحید کا یہ ورد و تکرار جاری رہتا ہے۔ اور ان میں ایک لفظ بھی خانہ کعبہ یا حجر اسود یا حج سے متعلقہ مقامات کی مدح و تعریف کیلئے موجود نہیں تا کہ غیر اللہ کی پرستش کا ادنیٰ توہم بھی پیدا نہ ہو سکے۔

انسان کے ہر فطری جذبہ کے جداگانہ مقتضیات ہیں، اور ان تقاضوں کی تکمیل کا تعلق ایک خاص دائرہ عمل سے وابستہ ہے، ایک ریاضی دان کے جذبہ حساب دانی کی تکمیل مشکل سوالات کے حل کر دینے سے ہوگی، موسیقی کے نغموں سے نہ ہوگی، لیکن جذبہ موسیقیت کی تکمیل سوالات حساب کے حل سے نہ ہوگی۔ نغمہ سنجی اور سازنوازی سے ہوگی، اسی طرح عشق الٰہی کے جذبہ کی تکمیل کے تقاضے خستہ حالی بے سروسامانی، ترک عیش و طرب، خود رفتگی اور محبوب حقیقی میں محویت کے عاشقانہ حرکات اور والہانہ اداؤں سے پورے ہوں گے، جس کو ناآشنایانِ کوچہ عشق و محبت جنون سے تعبیر کرتے ہیں

زرمز　زندگی　بیگانہ　تر　باد
کسے　کو　عشق　را　گوید　جنوں　است

حج بیت اللہ کی دوسری حکمت۔ مرکزیت:

ملتِ اسلامیہ کی حیاۃ دینی و دنیوی کے لئے افراد ملت کے ارتباط باہمی اور نظم واتحاد کی اشد ضرورت ہے، عقائد و افکار و اعمال کی معنوی ربط اس وقت تک منضبط نہیں ہو سکتی، تا وقتیکہ اس نامحسوس ربطہ و یگانگت کو محسوس قالب میں نہ ڈھالا جائے اور ان سب کو ایک جیسے اعمال و حرکات و طرز لباس کے ساتھ ساتھ ایک مرکزیت محسوسہ محبوبہ کے ساتھ وابستہ نہ کیا جائے۔ تنظیم ملت ایک مرکز محسوس کا تقاضا کرتی ہو، کہ افراد ملت کیلئے اس کے ساتھ خصوصی عقیدت اور شیفتگی ہیں اور اس کے ساتھ وابستگی کا ایک سالانہ بین الاقوامی مظاہرہ ہوتا کہ مرکزیت ملی کی عظمت و عقیدت تازہ رہے۔ اس

کے علاوہ اس جذبہ کی بقاء حیات کے لئے روزمرہ کے اسلامی معمولات میں بھی حکیمانہ قوانین نافذ کئے گئے' تاکہ تصور مرکزیت میں ضعف نہ آنے پائے۔ فولوا وجوهكم شطر المسجد الحرام کے الہیٰ قانون کے تحت حکم دیا گیا کہ پنجگانہ نمازوں بلکہ ہر نماز میں تمہارا رخ ملی مرکز کی طرف ہو' اور لاتستقبلوا القبلة ولاتستدبروا میں مرکز ملّی کے ادب وعظمت کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا کہ قضائے حاجت کے وقت مرکز ملی کی طرف رخ اور پیٹھ نہ ہوتا کہ اس وقت بھی تم کو اس کا احترام وادب ملحوظ رہے۔ یہاں تک کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے اور تھوکنے تک کی بھی بندش کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین کا ہر عمل اور خشک سے خشک عبادت بھی سراپا سیاست ہے جس کو مغربی قومیں خوب سمجھتی ہیں' اس لئے مستشرقین ایسی ہی چیزوں کو مورد اعتراض بناتے ہیں' تاکہ تنظیم ملت پارہ پارہ ہو۔

حج کی تیسری حکمت۔ مساوات:

اسلام کا مقبول ترین اصول مساوات اسلامی ہے کہ کسی دین میں اس کی نظیر نہیں' مساوات ہی وحدت ملی کی سب سے بڑی قوت ہے جس سے افراد ملت محبت باہمی کی کشش سے ایک دوسرے سے مربوط ہو سکتے ہیں' اس کے برخلاف اگر افراد ملت کے امراء کو غرباء اور غرباء کو امرا' سے نفرت ہو تو انضباطِ ملت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اسلام نے نماز باجماعت' روزہ رمضان' نماز عیدین' زکوٰۃ میں مساوات اسلامی کے پہلوؤں کو مختلف شکلوں میں پیش نظر رکھا۔ لیکن فریضہ حج میں مساوات اسلامی کو ایک مکمل شکل دے دی گئی ہے۔ تاکہ اس عمل سے ایک ایک فرد ملت کے قلب ودماغ پر اسلامی برادری کی مساوات کا تصور پوری طرح جم جائے۔ ہر حج کرنے والا خواہ شاہ ہو یا گدا' امیر ہو یا غریب ایک جیسے لباس احرام میں ملبوس ہوں۔ اور سب کے سب جملہ تعیّشات زندگی سے یکسو ہو کر سادہ لباس مین ایک ہی جگہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں' تاکہ ایک خاص وقت تک اس مساویانہ طرز زندگی سے مساوات اسلامی کا نقش دل پر جم جائے اور امیر غریب کے مصنوعی تفاوت کا حجاب اسلامی برادری کی راہ اتحاد میں حائل نہ ہونے پائے' معاشی تفاوت خالق کائنات کی تکوینی حکمت کے تحت اگرچہ ضروری ہے' کیونکہ معاشیات جن علمی وعملی قوتوں سے وابستہ ہیں خود فطرتاً وہ قوتیں تمام انسانوں میں یکساں نہیں متفاوت ہیں اسی معاشی تفاوت نے ایک کو دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے۔ اور یہ احتیاج بھی فی الحقیقت یکطرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ ہے' تاکہ حاجتمندی میں بھی مساوات رہے مثلاً ہم اگر درزی سے کپڑے سلواتے ہیں یا دھوبی سے دھلواتے ہیں تو درزی اور دھوبی رقم اجرت کے محتاج ہیں۔ لیکن ہم خود ان کے عمل کے محتاج ہیں اسی دوطرفہ احتیاج نے متفاوت افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ ليتخذ بعضهم بعضاً سخرياً جس سے معلوم ہوا کہ معاشی تفاوت بھی تنظیم کا سبب ہے۔ لیکن س تفاوت سے دولتمند افراد میں جو خودسری' تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے' وہ تنظیم ملت کے لئے زہر قاتل ہے۔ اس لئے اسلام' ے عباداتی نظام میں بھی اس خرابی کو دور کرنے کا انتظام کیا گیا جس کی ایک شکل حج کا ایک مساوایانہ طرز زندگی ہے۔

حج کی چوتھی حکمت: سفر آخرت کا نقشہ:

انسان کے قلب و دماغ پر جس قدر آخرت کا تصور غالب ہو اسی قدر وہ نیکوکار، پاکیزہ اطوار اور خدا ترس ہوتا ہے۔ اور جس قدر تصورِ آخرت سے غفلت ہو اسی قدر وہ فسق و فجور، ظلم و ستم، فتنہ و فساد، سیاہ کاریوں اور بدکاریوں میں ملوث ہوتا ہے۔ اس لئے فکر و عمل کی پاکیزگی کے لئے آخرت اور یوم الحساب کا نقشہ ذہن میں جمانا ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ اصلاح عمل و درستی کردار کا سامان ہو، اعمال حج میں سفر آخرت کی پوری تصویر ہے، سفر آخرت موت سے شروع ہوتا ہے جس میں آدمی وطن و اولاد اور اقارب سے جدا ہوتا ہے۔ حاجی جب گھر سے نکلتا ہے اور اولاد، وطن، احباب کو چھوڑتا ہے تو یہ موت کا نمونہ ہے، لباس احرام یعنی دو چادریں جن میں ملبوس ہو کر اعمالِ حج ادا کئے جاتے ہیں۔ یہ نمونہ کفن ہے۔ جس کو ہر وقت حاجی دیکھ کر کفن کی یاد تازہ کر سکتا ہے۔ حاجی کی سواری جس پر بیٹھ کر وہ سفر حج کرتا ہے، اس کو اپنا مال و انجام یاد دلاتی ہے۔ کہ کسی دن دوسرے کے کندھوں پر اس طرح تمہارا جنازہ سوار ہو کر اسی طرح عازم سفر آخرت ہو گا، عرفات اور مزدلفہ کے میدان میں حاجیوں کا اجتماع میدان حشر کے اجتماع کی یاد دلاتا ہے اسی طرح قدم قدم پر حاجی کے لئے سفر آخرت کا کوئی نہ کوئی نمونہ موجود ہے، جس کو دیکھ کر دل و دماغ کو فکر آخرت سے معمور کیا جاتا ہے اور یہی فکر آخرت ہی تمام نیک اعمال کی کنجی ہے۔

پانچویں حکمت۔ ماحول کی تبدیلی:

انسان اپنے ماحول کی پیداوار ہے وہ جس طرح کے ماحول میں پرورش پاتا ہے، اسی طرح بن جاتا ہے۔ علم النفسیات کا یہ ایک مسلّم مسئلہ ہے کہ انسان میں نقالی اور محاکات کا جذبہ موجود ہے وہ اپنی زندگی کے طور و طریقے فعل و عمل کا ہر گوشہ اپنے ماحول کے مطابق بناتا رہتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے گرد و پیش دیکھتا ہے اسی کے موافق اپنی زندگی کا نقشہ بناتا ہے، اسی لئے اصلاح زندگی کے لئے ایک وقت ایسا چاہئے کہ انسان کو فاسد اور بگڑے ہوئے ماحول سے اٹھا کر نیک اور صالح ماحول میں ڈال دیا جائے تاکہ اس صالح ماحول کے نقوش اس کے لوحِ حیات پر کندہ ہو کر اس کی زندگی کو بدل دیں، آغاز حج سے واپسی حج تک ایک ایسا ماحول ہے جو انسانی زندگی کا نقشہ بدل دیتا ہے اور اس تبدیلی احوال کا نام حج مبرور ہے۔ یعنی مقبول حج کی علامت یہ ہے کہ حاجی کی بعد از حج زندگی قبل از حج زندگی سے بہتر ہو، معلوم ہوا کہ حج کو تبدیلی ماحول کی وجہ سے اصلاح معاشرہ میں بڑا دخل ہے۔

چھٹی حکمت: جذبہ سیاحت کی اصلاح:

انسان کی فطرت میں سیاحت کا جذبہ موجود ہے جس کو روکنا خلاف فطرت ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کو رد کا نہیں بلکہ ابھارنے کی ترغیب دی اور قرآن نے فسیحوا فی الارض کا اعلان فرما کر اس جذبہ کی حوصلہ افزائی کی۔ سیاحت کے ذریعہ مختلف ممالک کی گشت لگا کر جس طرح نیک آثار و اطوار اپنی ذات اور واپسی پر اپنے ملک

کے افراد میں منتقل کئے جا سکتے ہیں۔اسی طرح بدآثار بھی اسلام نے اس فطری جذبہ کے اصلاحی پہلو کو اختیار کیا کہ علم و جہاد کے علاوہ سیاحت کو حج کی صورت میں متشکل کیا تاکہ حاجی مقبول اور برگزیدہ انسانوں کی جماعت میں شامل ہو کر مقبولان بارگاہ الہیٰ کے ان آثار قدیمہ اور شعائر اللہ کے مشاہدے سے بہرہ اندوز ہو جس کی وجہ سے ان کے فکر و عمل کو صلاح و تقویٰ کی طرف موڑ دیا جا سکے۔اور ان کے نمونہ زندگی سے ملک میں صالح معاشرہ کی تشکیل ہو سکے۔

ساتویں حکمت: جذبہ جہاد کی نشوونما:

دنیا کارزار عمل اور میدان کشمکش حیات ہے، جو قوم اس جہان رزم و پیکار میں جس قدر زیادہ روح جہاد رکھتی ہو اور زیادہ سے زیادہ سامانِ جہاد سے آراستہ ہو وہ سربلند کامیاب اور باعزت قوم ہوگی، اور اس سروسامان سے اگر محروم ہو تو وہ حیوانات کی طرح محکوم و غلام بن کر غیر اقوام کے منشا کی تکمیل اور ان کی خوش عیشوں کیلئے آلہ کار ہو کر زندگی گزارتی رہے گی۔اور شرفِ انسانی کی بلندی سے گر کر قصر غلامی میں گر رے گی۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے زیادہ زور جہاد پر دیا، اور ''ذروۃ سنامہ الجہاد'' کہہ کر اس کو ملت اسلامیہ کی عزت اور سربلندی کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔قرآن نے شہید کی موت کو موت کہہ دینے سے منع کیا ہے، بلکہ اس کی ظاہری موت کو ایک عظیم الشان حیات کا ذریعہ قرار دیا ایسی حیات جس کی خوشحالیوں کا تصور انسانی شعور کے دائرہ سے خارج ہے۔حدیث نبویؐ نے اعلان کیا کہ شہید کو نہ موت کی تکلیف ہوگی اور نہ قبر کا عذاب۔جہاد کے لئے چونکہ ظاہری سامان حرب و ضرب بھی ضروری ہے جس کی فراہمی کو اس لئے قرآن نے مسلمانوں پر سامان جنگ اور آلات حرب کی تیاری کو فرض قرار دیا ہے۔واعدوھم مااستطعتم، یعنی جس قدر تمہارا بس چلے تو اسی قدر سامان جنگ مہیا کر وا تنا سامان کہ اگر غیر مسلم اقوام تمہارے خلاف متحدہ محاذ بھی بنالیں تو وہ تمہارے سامان جنگ کی تیاری کو دیکھکر مرعوب ہوں اور مقابلہ کا حوصلہ نہ کر سکیں۔

ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ لیکن ظاہری سامان کے علاوہ جہاد کے لئے باطنی روحانی اور اخلاقی ساز و سامان کی بھی ضرورت ہے۔آلات جنگ کا استعمال انسانی جسم کرتا ہے اور جسم و بدن کی جنگی اعمال کا اصلی محرک روح ہے۔روح اگر طاقتور ہو تو کم سامان سے بھی بہت کام لیا جا سکتا ہے۔ ''کم من فئۃ قلیلۃ غلبۃ فئتہ کثیرۃ باذن اللہ'' یعنی چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آ سکتا ہے، اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے روح کی بلندی اور ایمانی قوت سے اپنے دس گنا بلکہ سو گنا طاقت کو شکست دی ہے، یہی روحانی و ایمانی طاقت ہے جس کی نشوونما مسلمانوں کے لئے فتح و کامیابی کی کنجی ہے۔اور صرف اسی قوت کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے دشمن پر غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔اس لئے اس متاع عزیز کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔حج بیت اللہ میں اسی ایمانی اور اخلاقی قوت کی نشوونما اور بالیدگی کا پورا سامان موجود ہے۔بشرطیکہ حاجی ان تصورات کے تحت اعمال حج کو انجام دے۔

حج اور جہاد:

جہاد میں اکثر بری و بحری تکلیفوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ راحت و آرام وسامان عیش کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ محبوب حقیقی کی رضا جوئی کے واحد مقصد کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے' ان تمام چیزوں کی مشق کا سامان حج میں موجود ہے۔ رمی جمار یعنی سنگریزوں کے مارنے میں دشمن ملت سے نفرت وعداوت کا مظاہرہ ہے۔ جس سے دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور آخری بات جو دم تمتع وقرآن کی شکل میں قربانی ہے' اس میں خلیل علیہ السلام کا نمونہ موجود ہے۔ جس کے ساتھ ملت اسلامیہ کی وابستگی ہے۔ ملۃ ابیکم ابراہیم جس سے حاجی کے دل ودماغ میں یہ تصور جم جاتا ہے کہ جب اللہ کا ایک عظیم پیغمبر خدا کے حکم کی تعمیل میں جو اس کو خواب میں دیا گیا تھا۔ نہ بیداری میں اپنے عظیم فرزند کی قربانی کے لئے تیار ہوا تھا' جو تکمیل امتحان کے بعد حیوانی قربانی میں تبدیل ہوا لیکن قربانی خلیل علیہ السلام کہ یہ عمل خدا کو ایسا پسند آیا کہ تا قیامت اس کو ملت اسلامیہ کے لئے باقی رکھا کہ وہ اس سے درس قربانی حاصل کرے اور اگر جہاد میں خالق کائناتِ انسانی قربانی کا حکم دے تو بیدریغ جان قربان کردینے کے لئے آمادہ ہوسکے۔

بملک' جم ندہم مصرعہ نظیری
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ مانیست

درحقیقت اسی موت میں حیات جاودانی کا سامان مضمر ہے۔۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا ' اسے جینا نہیں آیا

ان سطور بالا سے مستشرقین کی ہرزہ گوئی کی حقیقت واضح ہوگئی جو وہ حج کے خلاف کرتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ حقیقت بے نقاب ہوئی کہ علم و مذہب کی جتنی نزاع ہے' فی الحقیقت علم اور مذہب کی نہیں مدعیان علم کی خامکاریوں اور مدعیان مذہب کی ظاہر پرستیوں کی ہے حقیقی علم اور حقیقی مذہب اگرچہ الگ الگ راستوں سے چلتے ہیں مگر بالآخر ایک ہی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ علم محسوسات سے سروکار رکھتا ہے' مذہب ماوراء محسوسات کی خبر دیتا ہے' دونوں میں دائروں کا تعدد ہوا مگر تعارض نہ ہوا۔ جو کچھ محسوسات سے ماوراء ہیں ہم اسے محسوسات سے معارض سمجھ لیتے ہیں اور یہاں سے ہماری فکر کج اندیش کی ساری درماندگیاں شروع ہوجاتی ہیں ورنہ حقیقی مذہب اور صحیح علم میں کبھی تعارض نہیں ہوتا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ایمان اور عمل صالح کا تلازم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم ۔ وعدالله الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لنهم ولیبدلنعم من بعد خوفهم امنا یعبد وننی لایشر کون بی شیا ومن کفر بعد ذلک فاولیک هم الفاسقون۔ (پارہ۱۸۔سورۃ نور۔آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں، وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے، جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو۔ اوران کے لئے اسی دین کو جوان کے لئے پسند کردیا جمادیں گے، اوران کے خوف کے بدلے ان کو امن (اللہ) دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جولوگ ناشکری کریں پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

ایمان وعمل صالح کا تلازم: قرآن میں کئی جگہوں پر رب العزت نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کیلئے لامتناہی انعامات واجور کی بشارتیں دی ہیں۔ کہیں جنت الفردوس کی خوشخبری دی گئی، کہیں وعدہ کیا گیا کہ ایسے لوگوں کو نہ اپنے ساتھ بے انصافی کا ڈر ہوگا اور نہ نقصان کا خوف۔ یہی رب کو وحدہ لاشریک ماننے اور نیک عمل کرنے والوں کو خالق و مالک کون ومکان کی زیارت سے بارآور ہونے کا مژدہ سنایا گیا۔ دل کی گہرائیوں سے ایمان لانے والے مسلمان کا پختہ عقیدہ ہے اور ہر مؤمن کا ہونا چاہیے کہ اعمال صالحہ کے صلہ بھی قرآن وحدیث میں جن عطایا کا ذکر کیا گیا ہے آخرت میں انکا حاصل ہونا یقینی ہے۔ انمیں شک وشبہ وتردد کرنے والا اپنے ایمان بچانے کی فکر کرے

ایک آنکھ کی قیمت کا جواب نہیں: مالک کائنات نے جن وعدوں سے ہمیں نواز رہے ہیں یہ بھی اس کی عظیم کرم فرمائی اور احسان ہے، ورنہ جتنے احسانات ونعمتوں سے ہمیں نوازا اور لمحہ لمحہ انسان کو حاصل ہورہے ہیں ایک آنکھ ایسی دولت ہے کہ اگر اس کے شکریہ کے بدلے عمر کا تمام حصہ بندہ اعمال صالحہ میں صرف کرے اس آنکھ کا عوض وبدلہ نہیں بن سکتا۔ دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ذات باری کے نوازشات کے ایک ایسے سمندر میں انسان ڈوبا ہوا ہے جس کا نہ کنارہ دریافت ہوسکتا ہے اور نہ تہہ تک رسائی انسان کے بس میں ہے۔

نعمتوں کا عدم: پھر اس کی شان رحیمانہ وکریمانہ کے قربان جایئے یہ کرم فرمائیاں صرف مؤمن کے لئے مختص نہیں بلکہ غیر مسلم بھی مسلمان کے ساتھ نعمتوں کے اس دستر خوان سے حاجات ومقتضیات کو پورا کر رہا ہے کہ کہیں کل روز قیامت کافر کو شکوہ کرنے کا موقع نہ ملے کہ مخصوص بندوں کو نعمتیں دے کر ہمیں محروم رکھا گیا۔

دنیا میں ایمان واعمال صالحہ کے برکات: آخرت میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ تو قطعی ہے اس کے علاوہ دنیا میں بھی ایمان اور عمل صالحہ کے مرتکب ہونے والوں کو دنیا ہی میں جو عظیم منافع اور درجات ملنے والے ہیں ان کا وعدہ اور ذکر مالک الملک نے بیان کے ابتداء میں تلاوت کردہ آیت میں فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم خدا کی وحدانیت اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرنے کیساتھ انکے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے انکے اوامر پر عمل اور محرمات وممنوعات سے بچتے رہو، تو دنیا کے تمام لوگ اسی کے برکت سے تمہارے مسخر ہو کر دنیا کی خلافت، تمکنت، نیابت سلطنت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ انفرادی واجتماعی مشکلات ختم ہو کر راحت وسکون، امن واطمینان کی زندگی بسر کرو گے۔ ملک آباد وشاداب ہوگا۔ زمین کا قبضہ حاصل ہونے کیساتھ ساتھ لوگوں کے قلب اور قالب پر حکومت تم کرو گے، حاکم وبادشاہ تم بنو گے۔

علم کے نور سے جہالت کا خاتمہ: رحمتِ عالمؐ جزیرۃ العرب کے جس خطہ میں آفتاب نبوت بن کر مبعوث ہوئے اس زمانہ کو دور جہالت اور وہاں کے رہنے والوں کو جہلائے عرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ تمام گناہوں کا سرچشمہ اور جڑ جہالت ہے۔ اسی جہل کے خاتمہ کیلئے پہلے وحی اقراء باسم ربک الذی خلق "نازل ہوئی کہ علم کے حصول کے بعد جملہ معاصی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے ان کے سامنے اعلان فرمایا" انما بعثت معلما" کہ میں معلم بن کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے جہالت ختم کردوں

بعثت سے قبل جہالت کا منظر: حضورؐ کی بعثت کے وقت ان کی ظاہری صورت انسانوں کی تھی مگر اعمال وکردار، تہذیب وتمدن اور معاشرہ میں وہ جانوروں سے بدتر تھے۔ خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت کا قائل ہونا تو دور کی بات تھی گھر گھر بت خانے بنا کر ہر فرد کا اپنا خدا ومعبود بلکہ ایک ہی وقت کئی کئی خداؤں کو اپنا رب سمجھ کر پرستش کرتے۔ خوبصورت پتھر ہاتھ آتا اسے محفوظ رکھ کر خدا کی حیثیت دیتے کچھ مدت کے بعد اگر دوسرا پتھر پہلے سے زیادہ خوبصورت مل جاتا تو پہلے والے پتھر یعنی معبود کو پھینک کر دوسرے پتھر کی عبادت میں لگ جاتے۔ رب ذوالجلال کا مقدس بیت یعنی خانہ کعبہ بھی بتوں سے بھرا تھا، قتل وقتال تو ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ راستے کے بیچ ایک شخص ٹانگیں پھیلا کر گزرنے والوں کو چیلنج کرتا کہ میں دیکھتا ہوں کس میں جرأت ہے کہ میری ٹانگوں کو سمیٹ کر یا اس کے اوپر گزرتا ہے اگر کوئی راستہ عبور کرنے کی کوشش کرتا مقابلہ کا طویل سلسلہ شروع ہوتا، کسی کے باغ میں ایک خارش زدہ اونٹ کا کھجور کے تنے سے اپنے بدن کو ملنے سے درخت میں موجود چڑیا کے گھونسلے سے انڈے یا چڑیا کے بچے گرنے سے باغ اور اونٹنی کے مالک کے درمیان جو لڑائی شروع ہوئی فریقین کے بے شمار افراد موت کی آغوش میں چل کر یہ معرکہ کئی سالوں پر محیط رہا۔ زنا اور ڈاکہ زنی میں تو وہ یکتائے زمانہ تھے۔ ان کے علاقہ سے کسی راہ پر مسافر کا صحیح وسالم گزرنے کا تصور بھی

محال تھا۔ نکاح کے نام پر عجیب وغریب طریقے مروج تھے۔ جو کہ درحقیقت زنا کاری اور بے غیرتی کی بدترین شکل تھے۔ جسے عروہ بن الزبیر نے حضرت عائشہؓ سے کتب احادیث میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ گمراہی وتباہی کی ایسی ظلمتوں اور وادیوں میں بھٹک چکے تھے' کہ انسان دوسرے انسان کے لئے درندہ سے بڑھ کر خونخوار بھیڑیا کی حیثیت اختیار کر چکے' دوسرے انسان کا خون کرنا تو ان کے ہاں کوئی مسئلہ نہ تھا۔

غیرت کے نام پر قتل: غیرت کے نام پر اپنے بیٹوں کو صرف اس لئے قتل وزندہ درگور کردیتے کہ کل کلاں یہ بالغ ہو کر اس کی شادی کرنا پڑے گی' جھوٹی انا اور جاہلانہ غیرت کے نام پر ان کو یہ گوارا نہ تھا کہ بیٹی کی شادی کروا کر کوئی ان کا داماد بنے۔ اور ان کی بیٹی سے ازدواجی سلسلہ قائم کرے وہ یہ بھی نہ سوچتے کہ اگر کسی کا داماد بننا حمیت اور غیرت کے خلاف ہے تو یہ خود کیسے اور کہاں سے پیدا ہوئے۔ قرآن پاک نے انکے اسی جرم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

واذ الموؤدة سیئلت بای ذنب قتلت۔ (سورۃ تکویر۔ رکوع ۱)

ترجمہ: اور جب زندہ گاڑھی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی کہ کس گناہ پر (تم) ماری گئی۔

ان کے نزدیک بیٹوں کا وجود بھی قابل نفرت رہا' صرف اس خوف سے کہ بیٹے بڑے ہو کر ان کے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔ ان کی زندگی ہی ختم کرتے اور یہ سوچتے تک نہ تھے کہ ہم بھی کسی شخص کی اولاد ہیں جس ذات نے ہمارے پالنے کا بندوبست کیا ہے وہی اولاد کی کفایت وکفالت کرے گا۔ اس قسم کے حالات کے پیدا ہونے پر رب کائنات نے فرمایا: لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق۔ (سورۃ بنی اسرائیل' رکوع ۴)

ترجمہ: فقر کے خوف کی وجہ سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو۔

برتھ کنٹرول خلاف شریعت ہے: آج عقل ودانش سے عاری غیرمسلم اور مسلم دنیا میں ان کے حواری بھی یہی ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کثرتِ اولاد ہے۔ جب تک نس بندی کے ذرائع اور وسائل استعمال کرکے آبادی اور شرح پیدائش کو کنٹرول نہیں کیا جاتا پسماندگی اور غربت انکے مقدر رہے گی۔ یہ شیخی وعقل بگھارنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ حقیقی مالک ورازق اللہ کی ذات ہے وہی کھلاتا' پلاتا اور پالتا ہے۔ اس ذات اقدس کا ارشاد ہے وما من دابته فی الارض الاعلی اللہ رزقها۔ (سورۃ ہود۔ رکوع ۱)

ترجمہ: ''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو''

جو خالق ومالک حیوانات وحشرات' کیڑے مکوڑوں کے رزاق کا بندوبست کرتا ہے وہ اپنی محبوب مخلوق یعنی انسان جسے خود اس نے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا ہے اور اس کی خاطر پوری کائنات کو پیدا کرکے کروڑہا نعمتوں کے وسیع وعریض دسترخوان بچھا دیئے انکے پالنے کا کیسے بندوبست نہ فرمائیگا۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی نئی تہذیب کے دلدادہ بعض روشن خیال' وسعت نظر کا دعویٰ کرنے والے اسی نظریہ کے پرچارک اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مار رہے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی امت کے خلاف سازش ہے: مختلف خطبوں کے دوران خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر

مسلمانوں کے ساتھ جو دین دشمنی اور ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے اس کے مضر اثرات اور نتائج کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ کہ سب سے بڑا نقصان مسلمان کا اپنے رب پر توکل اور اعتماد کا جو عقیدہ ہے وہ متزلزل ہو کر رہ جاتا ہے۔ دوم یہ کہ اولاد کی راہ میں رکاوٹ کے لئے جو اسباب استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو مرد و عورت زنا کا ارادہ کر کے اس خوف سے ان کو بریک لگ جاتی کہ اگر نطفہ حمل کی شکل اختیار کر گیا تو شرمندگی ہوگی۔ اب وہی لوگ نسل کش اشیاء استعمال کر کے اس خوف سے آزاد ہو گئے۔ اور یہی خواہش مادر پدر آزاد یورپ' امریکہ اور کفری معاشرہ کی تھی جنہیں انہوں نے مٹھائی میں زہر ملا کر بہت خوشنما اور خوبصورت انداز میں مسلم معاشرہ میں پھیلا کر ان کو آزادی کے نام پر آوارگی اور بے راہ روی کا دلدادہ بنا دیا۔ انہی اعمال کی وجہ سے آج پوری امت مسلمہ اللہ کے غیض وغضب کا شکار ہو چکی ہے۔

مسلمانوں کی افرادی قوت کو گھٹانے کا منصوبہ: سوم یہ کہ اسلام جو عالمگیر مذہب' امن و سلامتی کا داعی اور دائمی نجات و فلاح کا علمبردار دین ہے۔ اس کی حقانیت اور ثمرات کو دیکھ کر بڑی تیزی سے دنیا کے گوشے گوشے میں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اسلام سے خوف زدہ قوتوں کو خطرہ ہے کہ کہیں ایسا وقت نہ آئے کہ یہ دین حقہ افرادی لحاظ سے روئے زمین کا سب سے بڑا مذہب نہ بن جائے۔ اور مسلمان و دیگر مذاہب کے پیروکار جو اپنی کثرت تعداد کے دعویدار ہیں ان کے دعویٰ کو چیلنج نہ کریں ان کی افرادی قوت روکنے کے لئے اس عمل کو ترقی راز کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے اسلامی آداب وروایات و معاشرہ کو مٹانے کے لئے عالم کفر کی طرف سے طرح طرح کے مختصر المدت اور طویل المعیادی منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور ادھر ہم ہیں کہ ہمارے درمیان ان کی نقالی کرنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اگر کسی میں نقالی کی قوت و استطاعت نہیں وہ بھی اپنے مذہبی عقائد کی بقاء کی کوشش کرنے کی بجائے خوابِ خرگوش میں مبتلا ہے۔

حضور اقدسؐ کے وجود مسعود کی برکتیں: بہر حال یہ حجاز کے باسیوں کا اپنی اولاد کو رزق میں کمی آنے کے خوف سے قتل کرنے کے سنگ دلی کا ذکر تھا جس کے ذیل میں موجودہ دور کے یورپ کے نظریات کے پرستار مسلمانوں کا بھی ذکر ہوا۔ صرف یہ نہیں بلکہ حضورؐ کی تشریف آوری سے قبل ان قبائل میں حکومت نام کی کوئی چیز نہ تھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' پر سارا معاشرہ قائم تھا۔ جو طاقتور ہوتا کمزور اس کے ظلم و ستم کو سہنے پر مجبور تھا۔ فرد فرد کا دشمن' گاؤں گاؤں کا اور قبیلہ قبیلے کا۔ دنیا کے دیگر اقوام ان کو جاہل' امّی' قاتل اور ڈاکو جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہر قسم کے برائی کے سمبل بنے ہوئے تھے۔ بدکاری اور بدنامی میں باقی دنیا کے رہنے والے ان کا نام بطور مثال ذکر کرتے' اپنے بداخلاقی اور بداعمالیوں کی وجہ سے ان کو بار بار طاقتور قوتوں کے ہاتھوں غلاموں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی کفری عقائد اور ظلمتوں سے بھرے علاقہ میں جب رحمۃ للعالمین کا وجود مسعود مبعوث ہوا کیا تبدیلی آئی۔ انشاء اللہ اس کا ذکر آئندہ جمعہ کو ہوگا۔ رب العزت مجھے اور آپ سب کو گناہوں کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

ضبط وترتیب: حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق دہشت گردی کے تعاقب میں

نارویجن صحافیہ کا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے انٹرویو

نارویجن صحافیہ لیلی بخاری جوایف ایف آئی کی سیاسی تجزیہ نگار اور مصنفہ ہیں انہوں نے ۱۸؍دسمبر ۲۰۰۵ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے موجودہ حالات پر تفصیلی انٹرویو کیا جو من وعن پیش کیا جارہا ہے۔

س: سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے اپنی مصروفیات سے ہمیں وقت دیا۔

ج: ہم آپ کے آنے پر خوش ہیں آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ کو اسلام سے دلچسپی ہے اسی لئے آپ نے عربی بھی سیکھی۔

س: پاکستان اور اس خطے میں جو جہادی تحریک ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: بات دراصل یہ ہے کہ ایک شخص ہمارے گھر پر قبضہ کرنا اور اسے لوٹنا چاہتا ہے ہمیں غلام بنا کر یہاں کا سب کچھ اپنے گرفت میں لینا چاہتا ہے اب یہ قابض اس بات کو بھی برداشت نہیں کر رہا کہ اس گھر پر قبضہ کروں تو یہ گھر والے شور مچائیں اگر وہ شور مچاتے ہیں یا کچھ دفاع کرتے ہیں تو اس کو پھر ٹیررازم کا نام دیتے ہیں۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اقدامی (۲) دفاعی۔

ایک جہاد یہ ہے ہم ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں لے کر دوڑاتے اور واشنگٹن یا یورپ یا تل ابیب یا نیو دہلی پر حملے کے لئے بڑھتے' یہ جہاد تو ہم نے بلکہ کسی مسلمان ملک نے پچھلے سو سال میں نہیں کیا کسی ایک انچ پر کسی بھی مسلمان ملک نے تجاوز نہیں کیا۔ اور نہ پچھلے دو سو سال میں مسلمان ملکوں نے کالونیاں یعنی غلام ملک بنائے۔

دوسرا جہاد یہ ہے کہ کوئی ہمارے ملک پر قبضہ کرے کوئی ہماری آزادی اور وسائل چھیننے ہم پر مسلط ہو اس بارے میں تو ہر قوم کو خواہ عیسائی ہو خواہ مسلمان ہو خواہ یہودی ہو دنیا کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کوئی ظالم ظلم کرتا ہے تو اس کا ہاتھ روکے۔ اب جو کچھ بھی جان بوجھ کر سپر طاقتیں اس وقت کر رہی ہیں۔ جب یہ کام روس نے کیا تو ویسٹ ساری چیخ پڑی کہ روس نے بہت بڑا ظلم کیا' پھر روس کو مارنے اور ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو استعمال کیا گیا

اب وہی کام امریکہ اور ویسٹ کرنا چاہتی ہے اور یہ شور بھی مچا رہی ہے کہ مسلمانوں کو مدافعانہ اقدام بلکہ گلہ شکوہ اور فریاد تک کرنے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔

یہ موجودہ جہادی تحریک ردعمل ہے انکی پالیسیوں کا فلسطین افغانستان اور کشمیر میں جو انہوں نے جاری رکھا ہے۔

س: جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے۔

ج: یہی ہمارا سوال ہے عالمی قوتوں امریکہ برطانیہ وغیرہ سے؟ اس لئے کہ حریت و آزادی کیلئے اور حقوق غصب کرنے والوں کے خلاف جو لڑا جاتا ہے۔ اسے بھی وہ دہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔ اگر ان پر کوئی افغانستان اور عراق میں خودکش حملہ کرتا ہے، تو انہیں (امریکہ کو) وہاں سے نکل جانا چاہیے۔ دیکھئے اب زلزلہ کے نام پر نیٹو کی فوج پاکستان میں گھس آتی تو یہ ادارہ کوئی ریسکیو کے کام کے لئے تو نہیں بنا۔

س: انہوں نے (نیٹو) اچھے کام بھی کئے؟

ج: بالکل نہیں۔ یہاں صورتحال یہ ہے کہ اگر کہیں ایک ہزار نیٹو کی افواج ہیں تو وہاں ہمارے تین ہزار ان کی حفاظت پر لگ گئے۔ ادھر اگر وہ داڑھی والوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ہمیں مار دیں گے۔ مدارس اور اسلامی فلاحی رفاعی ادارے جو زلزلہ زدگان کے تعاون کے کام میں مصروف ہیں، نیٹو ان کو نکالنے کا کہہ رہی ہے۔ ہم ہمیشہ یورپی یونین کو کہتے ہیں کہ آپ امریکہ کے دباؤ میں نہ آئیں، ہمارے پاس آپ جیسے لوگ آتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ آپ درمیان میں آ کر ثالثی کریں، مسلمان اور عیسائی آپس میں قریب تھے۔ لیکن بُش نے اپنے یاروں (یہود) کی وجہ سے ان کے درمیان عداوت ڈال دی ہے آپ خود فلسطین میں رہ چکی ہیں وہاں کے حالات کا آپ کو بخوبی علم ہے۔

س: آج کل آپ کے ہاں جہادی ٹریننگ ہوتی ہے؟

ج: یہ خالص تعلیمی ادارہ ہے، پہلے بھی یہاں ملٹری اور ٹریننگ وغیرہ کا کام نہیں ہوتا تھا۔ مغرب و امریکہ ویسے ہی ان اداروں کو بدنام کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں امریکہ کا جنرل کلے بکنگھم آیا تھا، حال ہی میں جرمنی کی ٹیم آئی تھی، ہالینڈ اور کینیڈا کے لوگ آئے۔ غرض یہاں مغربی پریس اور میڈیا کی سینکڑوں ٹیمیں آتی رہتی ہیں۔ یہ سارے لوگ یہاں آ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ یہاں تو تعلیم کے علاوہ کوئی بات نہیں، یہاں تو امن اور سلامتی کی تعلیم اور درس دیا جاتا ہے یہ ادارہ سڑک کے کنارے پر ہے، نہ اسکی کوئی خاص دیوار ہے نہ گیٹ ہیں۔ تو پھر کیوں اور کس بنیاد پر اس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے

س: یورپ یہ پروپیگنڈہ کیوں کر رہا ہے کہ یہاں جہاد اور ٹریننگ دی جاتی ہے۔

ج: یورپ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی دینی تعلیم اور سرچشموں سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ اس تعلیم کی وجہ

سے مسلمان غلامی کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ ہمیں سیکولر اور لبرل بنا کر اپنی تہذیب میں رنگنا چاہتا ہے۔ جبکہ ان اداروں سے ہماری تہذیب کی حفاظت ہوتی ہے۔

س: جو لوگ یہاں پڑھ رہے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟

ج: تعلیم کیلئے تو کوئی قدغن نہیں ہوتا' دنیا میں جس جگہ سے کوئی جہاں بھی تعلیم کیلئے جائے تو لوگ اس کے لئے دروازے کھولتے ہیں' کیا امریکہ میں ساری دنیا کے لوگ نہیں پڑھتے؟ اسی طرح ناروے یورپ وغیرہ میں نہیں پڑھتے؟ ہم نے بھی اپنے دروازے کھلے رکھے ہیں تاکہ مسلمان یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں' ہمارے دروازے کھلے ہیں۔ اور اس دینی علم کے حصول کے لئے میں کہتا ہوں کہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے ۔ میں نے ان مغربی میڈیا والے لوگوں کو کئی مرتبہ دعوت دی کہ چالیس' پچاس نوجوانوں کو ساری دنیا سے منتخب کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ وہ خود دیکھ لیں گے کہ ہم کیا پڑھا رہے ہیں۔ اور یہ جذبہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور کیا ہم ٹیررازم پھیلا رہے ہیں؟ ایک گروپ تجرباتی طور پر اس کے لئے بھیج دو پھر ان کی رپوٹ خود سن لو۔

س: کیا موجودہ حالت اور ماضی کے حالات کے اعتبار سے اس مدرسہ میں تبدیلی ہوئی ہے؟

ج: کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم حکومت کا پریشر قبول نہیں کرتے حکومت جو چاہتی ہے کہ نصاب میں تبدیلی ہو' جدید تعلیم اور مضامین اس میں شامل ہوں۔ حکومت کی بے خبری ہے' ہم نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ ہم کورس و نصاب میں عصری ضروریات کے موافق وقتاً فوقتاً تبدیلی لاتے رہتے ہیں' آج دیکھئے دارالعلوم میں سارے جدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ کمپیوٹر بھی' سائنس اور انگریزی بھی۔ غرض تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

تاریخ پر نظر ڈالئے ہمارے علماء نے چودہ سو سال میں ہر زمانے کے اعتبار سے دیکھا کہ جوں جوں حالات بدلے تو انکے تقاضوں کے مطابق نصاب میں تبدیلی لائی گئی' منطق کا دور آیا اسی طرح فلسفہ کو شامل کیا گیا جتنے یونانی علوم تھے انکو جگہ دی گئی آج تک ہم وہ پڑھا رہے ہیں۔ ہم نے ان لوگوں کے علوم جنکا آج وجود بھی نہیں ہے۔ پڑھائے اور پڑھا رہے ہیں تو موجودہ زمانے کی ضروریات سائنس ٹیکنالوجی اور میڈیکل یہ چیزیں ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

س: کیا یہ مدرسہ سب سے بڑا ہے؟

ج: جی ہاں یہ سٹوڈنٹس کی تعداد کے اعتبار سے اور اپنی شہرت اور معیار کے لحاظ سے انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

س: خواتین کیا یہاں پڑھ سکتیں ہیں؟

ج: پاکستان میں خواتین کے لئے علیحدہ اور الگ نظام ہے۔ مدارس کا یہ ایک مستقل شعبہ ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم

کے لئے باقاعدہ مدرسے قائم ہیں۔ آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ ہمارے وفاق المدارس یعنی مدارس کے بورڈ میں اگر امتحان دینے والے طلباء کی تعداد 70 ہزار ہوتی ہے تو خواتین اور لڑکیوں کی تعداد 90 ہزار ہوتی ہے۔ گویا سب سے زیادہ تعلیم پانے والی اور پڑھنے والی عورتیں ہیں۔

س: افغانستان میں پڑھے ہوئے اکثر لوگ یہاں سے فارغ التحصیل ہیں تو کیا آپ نے ان کو وہاں اٹھوایا ہے؟

ج: مدارس صرف تعلیمی ادارے ہیں جو لوگ یہاں آ کر پڑھتے ہیں وہ اپنے ملکوں میں جا کر اسکے حالات کے مطابق خود فیصلے کرتے ہیں۔ ہم ان کو نہیں سمجھاتے ہیں کہ تم نے جا کر افغانستان میں کیا کرنا ہے۔ ہم تو ان کو قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات سکھلاتے ہیں۔ اگر ناروے کے سٹوڈنٹس امریکہ میں پڑھتے ہیں اور عام معمول ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں وہاں سے پڑھ کر آتے ہیں اگر فرض کریں کہ آپ کے ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ کوئی اس پر قبضہ کر لے اس کی آزادی سلب کرے تو وہ سٹوڈنٹس جو امریکہ میں پڑھے ہوئے ہیں وہ خود بخود ملک بچانے کے لئے اٹھیں گے، یہ تو کوئی نہیں کہے گا کہ یہ امریکہ نے اٹھائے ہیں۔ ہر انقلاب میں جب لوگ ظلم دیکھتے ہیں تو اس کے ردعمل میں دنیا بھر میں سٹوڈنٹس اٹھتے ہیں۔ فرانس کا سارا انقلاب اس کی بنیاد سٹوڈنٹس تھے، کمیونزم کا جو انقلاب آیا اس میں بھی نوجوان سٹوڈنٹس کالج اور یونیورسٹیوں کے اٹھے۔ سٹوڈنٹس کا خون گرم ہوتا ہے وہ غلامی قبول نہیں کرتے اب افغانستان میں بھی یہی سٹوڈنٹس تھے، مگر انہیں آپ نے طالبان کہا اگر طالبان کی بجائے سٹوڈنٹس کہیں تو پھر مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ سٹوڈنٹس ہر جگہ اپنے ملک کے مسائل کے حل کیلئے اٹھتے ہیں۔ لیکن وہ جان بوجھ کر اسی لفظ سے طالبان کو ابھارتے ہیں۔

س: کیا یہاں باہر کے طلباء ہیں؟

ج: پہلے روس کے وسطی ریاستوں کے سٹوڈنٹس آنے شروع ہو گئے تھے۔ زیادہ تر افغانستان کے بھی ہوتے تھے لیکن اب نقشہ بدل گیا ہے وہ ممالک خود ان کو نہیں آنے دیتے ہیں، چاہے ہم ان کو داخلہ دیں یا نہ ان کے اپنے ممالک ان کو نہیں چھوڑتے۔

س: کیا چیچنیا کے لوگ یہاں تھے؟

ج: نہیں! یہ قریبی ریاستیں جو آزاد ہوئیں ازبکستان تاجکستان وغیرہ انکے نوجوان بیچارے قرآن و حدیث سیکھنے کیلئے آئے لیکن اب انہوں نے خود پابندی لگا دی نہ پاکستان ویزہ دیتا ہے اور یہ علاقے اب سب امریکہ کے کنٹرول میں ہیں، بیچ میں افغانستان ایک واسطہ تھا، افغانستان سے ہو کر وہ یہاں پہنچتے تھے اب وہ راستہ بھی مسدود ہو گیا

ان سوالات کے بارے میں میرے بعض انٹرویوز جو مغربی میڈیا CNN, BBC وغیرہ سے ہوئے وہ کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں' اس سے آپ کو بڑا مواد مل سکتا ہے۔ یہاں پانچ چھ برس سے ہزاروں ٹیمیں آئیں۔

س: ملا عمر اور اسامہ کہاں ہیں؟

ج: اس کا صحیح پتہ تو بُش کو یا مشرف کو ہوگا۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں بتائے کہ کہاں ہے۔

نارویجن صحافیہ: کیا ملا عمر اور اسامہ کے کردار اور ایشو کو زندہ رکھنا بُش کی ضرورت ہے؟

ج: یہ بات صحیح ہے۔ امریکہ کے پاس تو یورپی یونین اسلامی ممالک اور آپ ہم سب کو دبانے کا یہی راستہ ہے۔

س: کیا افغان جہاد میں اور اس طرح دوسرے جہادوں میں غرباء حصہ لیتے ہیں یعنی غریب لوگوں کو اس میں دھکیلا گیا ہے؟

ج: یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ کیونکہ جہاد میں سب سے زیادہ بڑے لوگوں (امراء) کی اولاد نے حصہ لیا۔ افغان جہاد جو روس کے خلاف تھا اگر آپ تجزیہ کریں تو بہت بڑے بڑے امراء وشیوخ اور شہزادوں کی اولادیں اس میں تھیں۔ اب صرف اسامہ کو ہی دیکھ لیں کیا وہ غریب کا بچہ ہے۔ اس کے تو ہزاروں محلات ہیں۔ اس نے حرم مکہ اور مدینہ بنوائے۔ اس کے والد نے بیت المقدس تک بنوایا۔ آج بھی اس کے دنیا بھر میں محلات' سونا چاندی اور جواہرات ہوتے لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے ہیں تو یہ کسی نے غلط کہا ہے۔ جہاد میں سب سے زیادہ جدید تعلیم پڑھے ہوئے اور امراء' کروڑ پتیوں کی اولاد شریک رہی ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ مدرسوں سے بھی زیادہ کالجوں یونیورسٹیوں کے لوگ اس میں سب سے آگے آگے ہوتے ہیں۔

س: اسامہ نے اپنی زندگی اس میں کیوں گزاری؟

ج: آپ کے حریت و آزادی کے ہیروز جو ہوتے ہیں وہ آخر کیوں ایسا کرتے تھے۔ ابراھام لنکن نے کیا کیا تھا جس کے آج مجسمے سمندروں کے کنارے اور چوکوں پر لگائے گئے۔ امریکہ کی آزادی کیلئے وہ اٹھ کھڑا ہوا' ان کو لوگ اب عزت وقدر سے کیوں دیکھتے ہیں؟

جبکہ آپ کے ہاں تو صرف یہی تصور ہوتا ہے کہ ہم دنیا میں ہیرو بن جائیں گے۔ لیکن ہمارے ہاں دو تصور ہوتے ہیں کہ دنیا میں بھی سرخرو ہو جائیں گے اور عقیدہ آخرت بھی ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی بہت بڑی عزت دے گا۔ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ بہت بڑے عظیم مقاصد کے لئے قربانی دینے والا انسانیت کی بقاء کے لئے مرنے والا مرتا نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے یعنی شہید کا تصور ہے۔

OIC کے فقہی کونسل کے بارے میں بی بی سی ریڈیو کا

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے انٹرویو

۸ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو مکہ معظمہ میں اسلامی سربراہی کانفرنس شروع ہوئی۔ اسی دن شام کو بی بی سی نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے OIC کے مجوزہ فقہی کونسل کے بارے میں انٹرویو لیا۔ جسے بی بی سی نے خبرنامہ کے آغاز میں فرنٹ لائن کے طور پر بار بار نشر کیا۔ جو نذر قارئین ہے۔

(س) OIC کے فقہی کونسل کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

(ج) ایسی کوئی کونسل بن بھی جائے تو وہ مغربی قوتوں کے دباؤ میں آجائے گی اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کھل کر اسلام اور شریعت کی رہنمائی نہیں کر سکے گی۔ اصولی طور پر میں تسلیم کرتا ہوں کہ صحیح جید اور مخلص علماء حق اور ماہرین اسلام جو خدا ترس ہوں اور جن پر عوام اور علماء کا اعتماد ہو ایسے علماء اس کونسل میں شامل ہوں' جن کی عوام سے وابستگی ہو اور جو کسی ترغیب و ترھیب' دباؤ اور لالچ سے ہٹ کر شریعت غراء کی کوئی بات دنیا کے سامنے لائیں تو تب اس کا بڑا فائدہ بھی ہوگا۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس وقت ہمارے بڑے بڑے ادارے بھی بڑی طاقتوں کے دباؤ میں ہیں۔ اقوام متحدہ ان کے سامنے بے بس ہے' خود OIC کی یہ حالت ہے کہ وہ بیچاری آزادی سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ہے تو ان کی قائم کردہ کونسل کیسے آزاد رہ سکے گی۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ کونسل بھی مغرب کے مفادات میں استعمال نہ ہو۔ مغرب اس کونسل کو اپنا تابع بنانا چاہتی ہے۔ وہ آج کہے گا کہ خودکش حملہ حرام ہے' یہ فتویٰ دے دو' کل کہے گا کہ جہاد کی ہر شکل جو بھی ہے وہ دہشت گردی ہے۔

(س) مساجد پر حملوں اور خودکش دھماکوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

(ج) مغرب کو یہ حق نہیں پہونچتا ہے کہ وہ ہماری مساجد کے بارے میں فکر کریں' ہم خود بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ حملے ٹھیک ہیں یا غلط' جائز ہیں یا ناجائز۔ OIC پہلے اپنی آزادی کا ثبوت دے' عالمی سطح پر مسلمانوں کو درپیش مشکلات میں آزادانہ کردار ادا کریں تو تب ہم OIC پر اعتماد کرینگے۔ اقوام متحدہ اور OIC ہماری امت مسلمہ کی حالت ٹھیک نہیں کر سکتی ہے۔ تو ہمارے پاس ایک ہی چیز رہ گئی ہے کہ مسلمانوں کے معتمد و مستند علماء اور مشائخ کھل کر حق بات کہہ جاتے ہیں اب مغرب یہ راستہ بھی بند کرنا چاہتا ہے۔

(س) کیا اس طرح اسلام کا چہرہ مسخ نہیں ہوگا؟

(ج) اسلام کا روشن چہرہ ہے اس کو کوئی مسخ نہیں کر سکتا ہے۔ مغرب جتنا اسلام کو دبائے گا اور مسخ کرنے کی کوشش کریں گے اسلام اتنا ہی ابھرے گا اس وقت بھی مغرب کے بڑے بڑے لوگ اسلام میں شامل ہو رہے ہیں۔ جو اسلام کی حقانیت کا بین ثبوت ہے۔

محترمہ فرزانہ خان' چیف رپورٹر پارلیمنٹ

چین اسلام کے بارے میں مغربی پروپیگنڈہ میں نہ آئے

چینی وفد سے اہم مذاکرات اور گفتگو

ایوان بالا کی قائمہ کمیٹی برائے امورِ خارجہ کا اجلاس پانچ دسمبر ۲۰۰۵ء کو سینٹ کانفرنس روم میں منعقد ہوا۔ کمیٹی کے اس اجلاس میں چین کے سابقہ سفراء نے ارکانِ کمیٹی سے تبادلہ خیال کیا۔ سینٹر نثار میمن' سردار مہتاب احمد خان' محترمہ گلشن سعید اور مولانا سمیع الحق بھی شامل تھے۔ چینی وفد چین کے سابقہ سفیروں کی تنظیم کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔ اس وفد کی قیادت تنظیم کے صدر چائی فنگ نے کی۔ وہ اپنے وفد کے ہمراہ پاکستانی وفد کی دعوت پر یہاں تشریف لائے تھے۔

چینی وفد سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پاک چین مثالی دوستی اس بات کا ثبوت ہے' کہ سفیر ملکوں کے درمیان بند باندھنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلی مرتبہ وہ ۱۹۸۰ء میں چین گئے' جہاں انہوں نے اسلامی اداروں سنکیانگ کے مسلمانوں کیساتھ خاصا وقت گزارا اور ان کے کام اور طرز زندگی کا بغور مشاہدہ کیا۔ وہ ان علاقوں میں بھی گئے جہاں مسلمان اسلام کے زریں اصولوں کے تحت پر امن زندگی بسر کر رہے تھے۔ ۱۹۹۵ء میں انہیں ایک بار پھر جمہوریہ چین کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اور اس وقت کے صدرِ چین' یانگ ژمن کے ہمراہ چین کا دورہ کیا۔ مولانا صاحب نے مسلم امہ کی طرف سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کی کچھ بڑی طاقتیں پاک چین دوستی کو کمزور کرنا چاہتی ہیں اور اس رشتے کو کچھ خطرات درپیش ہیں۔ پاک چین دوستی دیوارِ چین کی طرح مضبوط اور عظیم ہے۔ روس اور افغانستان کے تختہ الٹ جانے کے بعد کچھ مغربی طاقتیں اس تگ ودو میں مصروف ہیں کہ کسی نہ کسی سازش کے ذریعے ہماری لازوال دوستی کو زِک پہنچائی جائے۔ اسلام کے خلاف دہشت گردی کا حال ہی میں شروع کیا گیا پروپیگنڈا بھی اسی سازش کی ایک اہم کڑی ہے۔ ہم گزشتہ ایک ہزار سال سے دیکھ رہے ہیں کہ چین میں مسلمان خوشحالی اور امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مگر یہ مغربی سامراج مسلمانوں کو خوش نہیں دیکھ سکتا۔ پاکستانی بھی افغانستان کی طرح ایک ترقی پذیر قوم ہیں۔ مغرب نہ صرف ہمیں دباؤ میں رکھنا چاہتا ہے بلکہ ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا چاہتا ہے' انہوں نے چینی قیادت سے کہا کہ وہ اس پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں اور نہ ہی اس سازش کا شکار ہوں کیونکہ اسلامی ممالک خود مغربی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ پوری مسلم امہ چین کی طرف سے دوستی اور اعتماد کی فضاء قائم رکھنے کی خواہشمند ہے کیونکہ چین ہمارا عظیم تر دوست ملک ہے۔ ہمیں یہ خدشہ لاحق ہے کہ کہیں چین اس پروپیگنڈے اور دہشتگردی کے الزام سے متاثر نہ ہو۔ انہوں نے چینی قیادت' چینی سفیروں اور چینی عوام سے پاک چین دوستی کی حفاظت کرنے کی استدعا کی۔

جناب شریف فاروقی

ایم ایم اے اور جمعیت علماء اسلام (س) کا کردار

ملک کے بزرگ ترین نامور صحافی جناب شریف فاروق ایڈیٹر روزنامہ ''جہاد'' سابق ایڈیٹر روزنامہ ''شہباز'' وغیرہ کا اس اہم موضوع پر حقائق پر مبنی اداریہ۔ نذرِ قارئین ہے بشکریہ روزنامہ ''جہاد'' مورخہ ۲۱ دسمبر ۲۰۰۵ء

متحدہ مجلس عمل کا قیام ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کا نتیجہ تھا لیکن آج اس اتحاد میں رخنے پڑ گئے ہیں اور خصوصاً جمعیت العلمائے اسلام (س) نے ابتدائی چند مہینوں میں ہی اصولی اختلافات کی بناء پر اس اتحاد سے عملاً کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اگر کوئی ہزار اختلاف کرے لیکن جمعیت علمائے اسلام (س) کے معتدل مزاج، محبّ وطن اور سیاسی سوجھ بوجھ کے حامل سربراہ مولانا سمیع الحق جنہیں اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تربیت اور دعاؤں کے طفیل آج جو مقام ملا ہے پاکستان میں اور خصوصاً علماء کرام میں ان کے پایہ کا دینی رہنما بمشکل موجود ہے۔ مولانا سمیع الحق اگر ایک طرف دینی وسیاسی رہنما کے طور پر اپنا ثانی نہیں رکھتے تو دوسری طرف وہ ایک بے باک نڈر اور شستہ تحریر کے حوالہ سے ایک عظیم صحافی بھی ہیں موصوف گزشتہ کئی عشروں سے دارالعلوم حقانیہ کے ماہنامہ رسالہ ''الحق'' کی ادارت کے فرائض جس احسن طریقے سے ادا کر رہے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض دوسرے دینی مدارس کے ماہناموں کی طرح ادھر ادھر سے مضامین کی بھرمار نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہر مہینے نہایت پر مغز مقالے، سیاسی تبصرے اور دینی مسائل ومضامین موجود ہوتے ہیں جو وقت کے دھارے کے ساتھ قارئین کے دلوں کو گرماتے ہیں اور ان کی دینی، ذہنی وسیاسی معاملات کے بارے میں صحیح رہنمائی کرتے ہوئے انہیں حالات حاضرہ سے بھی باخبر رکھتے ہیں ان کے ادبی ذوق کو جلا بخشتے ہیں تاریخ، تہذیب وتمدن اور دیگر مروجہ علوم و فنون کے بارے میں ان کی تشنگی بجھاتے ہیں۔

الغرض مولانا سمیع الحق کی سیاست حقیقی معنوں میں عوامی سیاست ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے جواں سال صاحبزادے مولانا حامد الحق نے ضلع نوشہرہ سے قومی اسمبلی کی نشست پر بڑے بڑے گھاگ سیاستدانوں کو شکست دی اور آج وہ ضلع نوشہرہ کے عوام کی آواز بن گئے ہیں۔ انہوں نے ہر معاملے پر عوام کے مسائل ومشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے متعلقہ حکام سے ملاقاتوں کے ذریعے انہیں حل کرنے کی کوششیں کیں ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ عوام سے رابطہ رکھا ہوا ہے اور وقتاً فوقتاً اپنے حلقہ نیابت کے دورے کررہے ہیں۔ خود مولانا سمیع الحق بھی گزشتہ 30 سالوں سے بطور سینیٹر و دینی رہنما اور معلم و مدرس عوام وخواص کی بے لوث خدمت کررہے ہیں۔ ان کی شخصیت پر نہ صرف خٹک نامہ اور صوبہ

سرحد بلکہ پورے پاکستان اور افغانستان کے غیور و جسور عوام فخر کرتے ہیں اس قدر لمبی تمہید باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ گزشتہ دنوں متحدہ مجلس عمل کی سپریم کونسل کے اجلاس کے بعد جمعیت العلماء اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمان جو خود دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق کے شاگرد رہ چکے ہیں، نے پریس کانفرنس کے دوران ایک عجیب اعلان کیا انہوں نے بتایا کہ جمعیت العلمائے اسلام (س) کے سربراہ کو جے یو آئی (س) کی صدارت سے برطرف کر دیا گیا ہے اور اب ان کی جگہ عبدالرحیم نقشبندی نئے صدر جبکہ قاری گل رحمان جمعیت العلمائے اسلام (س) کے جنرل سیکرٹری ہوں گے اگرچہ اس بیان کے بارے میں ایک عام آدمی بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ کیا فضل الرحمان قائد حزب اختلاف یا جے یو آئی (ف) کا سربراہ بن کر واقعی اتنے اہم فیصلے کرنے کے مجاز ہیں اور ان کی جگہ کسی اور شخص یا اسی جماعت کے کسی دوسرے رکن کو سربراہ بنائیں تاہم خود مولانا سمیع الحق نے جس انداز میں اس کا جواب دیا ہے وہ درحقیقت ایک منہ توڑ جواب کہلانے کا مستحق ہے، مولانا سمیع الحق نے اپنے ایک بیان میں بتایا کہ وہ اب بھی جے یو آئی (س) کے مرکزی امیر ہیں اور ان کے خلاف مولانا فضل الرحمان کا بیان مضحکہ خیز ہے۔ انہوں نے اصل صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اصولی طور پر ان کے ایم ایم اے سے کچھ اختلافات ہیں جن کے بارے میں وہ وقتاً فوقتاً ایم ایم اے کے اجلاسوں اور عام جلسوں و دیگر فورم پر اظہار خیال بھی کر چکے ہیں مولانا سمیع الحق کے مطابق انہوں نے کئی مرتبہ مولانا فضل الرحمان سے کہا ہے کہ وہ آئیں اور ایم ایم اے کو اپنے اصل اہداف یعنی اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے حقیقی معنوں میں کوششیں کرنے کیلئے وقف کر دیں لیکن انہوں نے حکومت سے سمجھوتہ کر کے اسلام کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور ذاتی مقاصد کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے اپنی جماعت کی سربراہی سے سبکدوشی کے بارے میں بتایا کہ مولانا فضل الرحمان اور قاضی حسین احمد کو اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتیں کہ وہ ٹی وی پر آ کر اس قسم کے اعلانات کریں کیونکہ اس طرح تو وہ بھی یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ انہوں نے مولانا فضل الرحمان یا قاضی حسین وغیرہ کو اپنی اپنی جماعتوں کی صدارت سے ہٹا دیا ہے اور ان کی جگہ فلاں فلاں اشخاص اب جے یو آئی (ف) اور جماعت اسلامی کے سربراہ ہوں گے، مولانا سمیع الحق نے بتایا کہ دراصل ایم ایم اے کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ اب قائدین صرف اخباری بیانات کے ذریعے عوام کو دھوکہ دینے کی کوششیں کر رہے ہیں کہ وہ متحد ہیں مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمان کے درمیان اس رسہ کشی کا فائدہ کس کو پہنچے گا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس کا براہ راست فائدہ قوم پرست تنظیموں کو ملے گا۔ جن میں بعض وطن عزیز کو مستحکم و متحد تک دیکھنا نہیں چاہتی اس کے علاوہ ہماری سرحدوں پر نہ صرف بھارتی افواج تیار کھڑی ہیں بلکہ اب تو افغانستان کے ساتھ ملی ہوئی ہزاروں کلومیٹر طویل سرحد بھی امریکی اور اتحادی افواج کی زد میں ہے اس تناظر میں صوبہ سرحد اور ملک بھر میں دینی جماعتوں کے کردار کا براہ راست اثر قومی یکجہتی پر پڑ رہا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا فضل الرحمان اور ایم ایم اے کے دوسرے سیاسی قائدین ٹھنڈے دل سے آپس کے اختلافات بھلا کر عوام کے اعتماد پر پورا اترنے کی کوششیں

کریں اور اس سلسلے میں مولانا سمیع الحق کے سیاسی تدبر، تجربے اور اصولی سیاست سے فائدہ اٹھا کر انہیں ایم ایم اے میں مکمل اور بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع دیں ان کے خیالات اور موقف کو غور سے سنیں ان کی باتیں پتھر کی لکیر ہیں اور آج پورے ملک اور خصوصاً صوبہ سرحد میں ایم ایم اے حکومت کے بارے میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہے کہ اس نے اپنے منشور پر عمل درآمد کرنے کی بجائے روایتی طور پر دیگر لادینی اور عام سیاسی جماعتوں کی طرز پر حکومت چلانے کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ میرٹ نام کی کوئی چیز نہیں اسلامی نظام تو درکنار یہ ایک فلاحی نظام کے قیام میں بھی قطعی طور پر ناکام ہوئی ہے شروع شروع میں نظام صلوۃ کے قیام اور خواتین و دیگر تصاویر پر مبنی متنازعہ مہم چلانے کے بعد سے نام نہاد حسبہ بل تک اس حکومت کا کوئی ایسا کارنامہ منظر عام پر نہیں آیا ہے جو اس کے منشور سے مطابقت رکھتا ہو یا ملک وقوم اور دین اسلام سے وابستگی اور لگاؤ کا مظہر ہو بلکہ اس کے برعکس ایم ایم اے جیسی خالص دینی جماعتوں پر مشتمل دینی اتحاد نے بھی عام سیاسی چال چلا کر فارورڈ بلاک سے تعلق رکھنے والوں کو ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے مصداق مک مکا کر دیا نیز اس حکومت کے دوران نہ تو فحاشی و عریانی کے کام بند ہوئے اور نہ گاڑیوں میں فحش گانے سماعت کے لئے تباہ کن پریشر ہارن' سرعام جوابازی' منشیات کی سمگلنگ اور استعمال' آئے روز قتل اور ڈکیتیاں' چوری کی وارداتیں' اغوا برائے تاوان کے واقعات اور تھانوں میں مبینہ طور پر کئے جانے والے تشدد سمیت دیگر درجنوں برائیاں ختم ہوئیں۔ اور نہ ہی سڑکوں' پلوں اور گلی کوچوں کی مرمت پر توجہ دی گئی الغرض چند زبانی اعلانات کے سوا عملی طور پر ایسا کوئی کام نہیں ہوا ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ دینی جماعتوں پر مشتمل ایک ایسی اتحادی حکومت کا کارنامہ ہے جس نے شریعت کے نفاذ اور ''کتاب'' کے انتخابی نشان جسے عام طور پر ''قرآن پاک'' قرار دیا جاتا ہے' کے نام پر ووٹ لئے اور آج اس کی حالت یہ ہے کہ مختلف وزراء اپنے من پسند افراد کے کام کر رہے ہیں۔ سائیکل نہ رکھنے والے اور ڈاٹسن اور سوزوکی کے پائیدان پر کھڑے ہو کر کام وغیرہ پر جانے والے ارکان اسمبلی بھی آج غیر ملکی کاروں میں کروفر سے گھومتے نظر آتے ہیں جبکہ عوام الناس پینے کے صاف پانی کو ترس رہے ہیں سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے حتیٰ کہ ان کے اپنے حلقوں میں بھی سڑکیں ٹریفک کیلئے غیر موزوں ہیں۔ اگر اس قدر بھاری مینڈیٹ کی حامل دینی جماعتوں کی حکومت بھی شریعت کے نفاذ میں ناکام رہتی ہے تو پھر دیگر سیاسی جماعتوں اور اتحادوں سے عوام کیا توقعات وابستہ کر سکتے ہیں امید ہے ایم ایم اے کے متقدر حلقے اپنی ماضی کی کارگزاری پر نظر ڈالیں گے اور آئندہ کیلئے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کرینگے جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے عوام حقیقی معنوں میں دینی جماعتوں اور عام سیاسی جماعتوں کی حکومتوں میں فرق محسوس کریں لیکن اس کے لئے اسے پہلے اپنی صفوں میں اتحاد لانا ہوگا جو مولانا سمیع الحق جیسے مثبت سیاسی سوچ رکھنے والے سیاستدان کے تعاون کے بغیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس سے قبل بھی مولانا سمیع الحق نے افغانستان کے عوام سے یکجہتی اور ملک میں مختلف دینی جماعتوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات کے خاتمے جیسے سنگین مسائل کی خاطر اتحاد کے قیام میں نہایت موثر کردار ادا کیا ہے جو ہماری تاریخ کا اہم حصہ ہے۔

جناب راشد وحید قاسمی
ایڈیٹر''نوائے ہادی'' کانپور

اسلام اور عصری سیاست جائزے اور منصوبے

اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دور میں جبکہ خاک کا پتلا اپنے عناصر ترکیبی کے تحلیل و تجزیہ اور فکر و شعور کی پرتوں میں رونما ہونے والی حرکتوں کو اپنی آنکھوں دیکھنے پر قادر ہوگیا ہے اور اس کی دسترس میں علم و ادراک کی وہ شاہ کلید آگئی ہے جس سے وہ ہواؤں کی تسخیر، روشنی کی پیمائش' آواز کی گرفت' داخلیت کا ادراک' اور بعد المشر قین کے زمانی و مکانی فاصلوں کو لمحوں اور قدموں میں سمیٹ سکے اور موجوداتِ عالم کے جس قفل پر لگائے وہ اپنے تمام بھیدوں سمیت کھلتا چلا جائے' قبائلی دور کی وحشت و بربریت' ظلم و عدوان' بدامنی و انارکی' شر و فساد' بغض و عصبیت اور قتل و غارت سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکا' بلکہ تہذیب و ثقافت اور تحقیق و دریافت جس رفتار سے ترقی کرتی گئی' بغاوت و سرکشی اسی رفتار سے تیز ہوتی چلی گئی' اور علم و تمدن نے جتنا تنوع اختیار کیا اور حیاتِ انسانی کے لئے جس حد تک روشنیاں فراہم کیں' جہالت و بربریت نے اس سے زیادہ رنگوں میں ظاہر ہوکر اقوام عالم کو فکر و زبان اور حرکت و عمل کی تہہ بہ تہہ تاریکیوں کا اسیر بنا دیا' اب وہی پیکر خاکی جس کے خمیر میں الفت و موانست اور عجز و انکساری کو ودیعت کیا گیا تھا' مجسمہ' کبر و نخوت اور نفرت و وحشت کا علمبردار بن کر زندگی کے تمام ترقیاتی' اقتصادی' سیاسی' معدنی' عسکری اور ابلاغی وسائل' بے حیائی و فحاشی' آدم خوری و آدم سوزی اور ضمیر فروشی و عیاشی کی نشر و اشاعت میں زمین الٰہی پر ابلیسی نظام کے نافذ کرنے کے لئے صرف کر رہا ہے' اور اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر شئے کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جانے کے درپے ہے' وہ نظام اور کوئی نہیں ''گلوبلائزیشن'' ہے' جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ پوری دنیا کی اقتصادی و عسکری قوت چند مٹھیوں تک محدود کر کے اقوام عالم کو یہودیت و ابلیسیت کا بندۂ بے دام بنالیا جائے' اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والے ہر فرد' ہر قوم اور ہر تہذیب کی کمر توڑ دی جائے اور حقیقت یہ کہ مذاہب عالم میں اسلام کے علاوہ کسی دھرم میں وہ جامعیت و ہمہ گیریت' حقیقی و نیچریت اور جذب و دلکشی نہیں' جو جدید عالمی نظام New World Order کو چیلنج کر سکے' نہ مسلم قوم کے علاوہ کوئی ایسی قوم ہے جسے اپنے دھرم کے ایک ایک جزء پر جذباتی حد تک اعتماد و اعتقاد ہو' جس کا نئے عالمی نظام کے علمبرداروں کو بھرپور احساس ہے' اسی لئے انہوں نے مذہب اسلام کے مستحکم قلعہ کا ہر چہارِ سمت سے جائزہ لیکر اور امت مسلمہ کے نفسیاتی تجزیہ کے بعد کئی صدیوں سے اتنی بڑی تعداد میں اور مختلف النوع محاذ کھول دیئے ہیں کہ ان کا سنبھلنا مشکل ہوگیا ہے' وہ ایک مورچہ پر اپنی توجہ مرکوز کر پاتے ہیں۔ کہ دوسری سمت سے

شور وغل سنائی دیتا ہے' دوسرے محاذ پر پہونچتے ہیں کہ ایک نئی سمت سے چنگاریاں اڑنے لگتی ہیں' گویا ملت کا اس طرح حصار کرلیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملک میں اجنبی اور اپنی زمین پر پابجولاں ہوکر رہ گئی ہے' اس کے لئے اپنے معتقدات پر عمل' اپنی تہذیب کی دعوت اور اپنے مال و جان کا تحفظ ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔

وہ تخریبی محاذ جن کی وساطت سے اسلامی بنیادوں کے انہدام اور امت مسلمہ کو تباہ و برباد کرنے کی بالواسطہ یا بلاواسطہ مہم چلائی جاتی ہے ایک دو نہیں مختلف' متنوع اور تہہ بہ تہہ ہیں:

ا۔ نظریاتی تخریب کاری اسلام دشمن عناصر کی ابتدا سے یہ خواہش و کوشش رہی کہ اسلام کا وجود مسعود صفحہ ہستی سے مٹ جائے' اور اس کے لئے انہوں نے وسائل کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن اسلام تحفظ الہٰی کی ضمانت کی بنیاد پر اپنے تمام تر اصول و فروعات کے ساتھ محفوظ رہا' اور اس کا دائرہ کار روز بروز وسیع ہوتا گیا' اپنی مطلوبہ کوششوں میں ناکامی کے بعد ان کے منصوبوں میں تبدیلی ہوئی اور انہوں نے اسلام کے بجائے مسلمانوں کو نشان بنایا' اور ان کے دلوں سے ایمان و یقین کی جڑیں نکالنے کی کوشش شروع کی' چنانچہ کچھ لوگوں کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ عوام الناس میں اسلامی فقہ کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا کریں' اور اسے قرآن وحدیث سے مختلف بلکہ مخالف شئے کی صورت میں پیش کریں' جس سے فرقہ اہل حدیث کی تشکیل ہوئی' کچھ لوگوں کو اس خدمت کے لئے خریدا کہ وہ امت کا اعتماد اسلام کے دوسرے اہم سرچشمہ حدیث پاک سے اٹھادیں' انہوں نے اپنا نام اہل قرآن تجویز کیا' اب نشانہ براہ راست قرآن تھا' اس کے لئے دو قسم کے لوگ تیار ہوئے' ایک نے قرآن کے کچھ پاروں کے غائب ہوجانے کا پروپیگنڈہ کیا اور انبیاء کا وقار کم کرنے کے لئے ان کے اوصاف سے مفروضہ اماموں کو متصف کردیا' جبکہ دوسری قسم نے قرآن مجید یا اس کے معنی کی منسوخی کا اعلان کرکے اپنی نبوت کا اعلان کردیا' انکار کے ردعمل میں ایک طبقہ اور پیدا ہوا جس نے کما اطرت النصاری عیسیٰ بن مریم کی روش پر پیغمبر و اولیا کو خدائی اختیارات سونپ دیئے' اور لطف یہ کہ جس قدر اسلام دشمن تحریکیں رونما ہوئیں ان کی سیاسی و اقتصادی سرپرستی اور حوصلہ افزائی اسلام دشمن طاقتیں ہی انجام دے رہی ہیں جس سے یہ عقدہ کھل جاتا ہے کہ انہیں قوت وتوانائی اور تحریک عمل کہاں سے مل رہی ہے۔

۲۔ فکری تہذیب کاری ۱۸۳۵ء میں ہندوستانیوں کو دائمی غلام بنانے کیلئے نصاب تعلیم کے تعلق سے لارڈ میکالے نے اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا تھا' ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون ورنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو' اور رائے' الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو' (تاریخ التعلیم از میجر باسو ۱۰۵) یہ رائے محض ایک تجویز نہیں رہی' اس کا ملکی سطح پر بلکہ بین الممالکی سطح پر نفاذ کردیا گیا' نصاب تعلیم کے عقلیت پرست اور الحاد خیز ہونے کی بنیاد پر اسے پڑھنے والوں کی فکر کی جن منفی بنیادوں پر تشکیل ہونی تھی' ہوکر رہی' چنانچہ اس نصاب کے فیض یافتوں نے دین اسلام کی مستحکم بنیادوں پر تیشے چلانے

شروع کردیئے' جن میں مصری فضلاء ڈاکٹر طٰہٰ اور قاسم امین نے آزادی نسواں اور انگریز نوازی کی قلمی تحریک چلائی۔

مصری حکمران جمال عبدالناصر نے اسلام پرستوں پر قتل عام' کمال اتاترک نے مذہبی تعلیم' عربی زبان اور اسلامی تہذیب کو شجر ممنوعہ اور کالعدم قرار دیا' سرسید نے معجزات نبوی' جنت و دوزخ' واقعہ معراج' رفع عیسیٰ بن مریم' واقعہ نار ابراہیم' قیامت کے دن اعمال کے حساب و کتاب' دیدار الٰہی کے امکان' وجود جن و شیطان جن کا ثبوت نصِ قرآنی سے ہے انکار کردیا' اور حمید ڈلوئی اور کریم چھاگلا نے اپنے مرنے کے بعد لاش کے جلائے جانے کی وصیت کی جبکہ اپنی دینداری کے لئے مشہور پاکستانی حکمران جنرل ضیاء نے مساجد سے جز وقتی مکاتب پر پابندی عائد کردی' اور عہد معاصر میں صدام حسین نے اپنی حکمت عملی سے دینی مدارس کا پورے عراق میں صفایا کردیا' جبکہ بالعموم اس نصاب کا یہ نقصان پہنچا کہ دین میں رسوخ' اقدار اسلامی کے احترام' ارکان اسلامی کی پابندی' اور علوم اسلامی میں اجنبیت کی حد تک کمزوری پیدا ہوگئی بلکہ مذہب مخالف حرکتوں پر ڈھٹائی اور جواز کے دلائل فراہم کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔ جس کا دائرہ محدود نہیں لامحدود ہے' بلکہ تمام محاذوں سے منجملہ وسیع تر اور پختہ تر ہے' اس سے انکار نہیں کہ جدید تعلیم کے حاملین (جن میں' اقبال' عبدالماجد دریابادی' محمد علی جوہر' سید قطب و محمد قطب کے نام سرفہرست ہیں) نے دین اسلام کی بڑی بھاری خدمات انجام دی ہیں' ملت اسلامیہ کی قیادت کے فرائض انجام دیئے اور امت کی فکری پرورش کی ہے' اور ان' ے علاوہ بھی بہت سے افراد ایسے ملتے ہیں جو نام نہاد دینداروں سے زیادہ دین پرست عام اہل علم سے زیادہ قرآن و حدیث سے واقف اور اسلام کے مزاج داں ہوتے ہیں لیکن ان کی تعداد 2 فیصدی سے بھی کم ہے۔ اور ان کی فکر سازی میں ذاتی ادراک اور خارجی عوامل و محرکات کارفرما ہوتے ہیں' اکثر اقبال و دریابادی جیسے لوگ ڈوب کر ساحل سے آلگتے ہیں' اصل نصاب میں وہ خوبیاں نہیں جو انہیں خوب تر بننے کے لئے مہمیز کریں بلکہ نصاب کی بنیاد فکری الحاد اور علمی تخریب پر رکھی گئی ہے۔ جس کا اقبال نے بایں الفاظ اظہار کیا ہے۔

ہم نے سوچا تھا کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

۳۔ اخلاقی تخریب کاری ملت کو اخلاقی دیوالیہ بنانے کے لئے اسلام دشمن مفکرین کی پوری ٹیم نے (فری سیکس) پر مضامین کا انبار لگادیا جنہیں پڑھ کر حیا کی دولت رخصت ہوتی نظر آتی ہے' اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو پرائیویٹ سیکرٹری اور خدمت گزار کے عنوان سے حیاباختہ لڑکیاں سپلائی کیں جنہوں نے اپنی زلفوں کا اسیر بنا کر انہیں کسی کام کا نہ رکھا' اس کے علاوہ آرٹ' فلم' پرنٹ میڈیا' الیکٹرانک میڈیا' ڈش اور سی ڈی کے ذریعہ بے حیائی و فحاشی کا سیلاب خیز پرچار کیا' جس سے عوام و خواص' امیر و غریب اور نوجوان' بوڑھے' بچے اور عورتیں سبھی دوچار ہیں' اس سے زیادہ وسیع پیمانہ پر اور پائیدار تخریب کاری' عصری درسگاہوں میں مخلوط تعلیم کی بنیاد پر پھیلی' آگ و خرمن کا اجتماع پھر سیکس کے عنوان پر اکثر درسگاہوں میں لیکچرز آبرو باختہ ٹیچرز کا ایک منصوبہ کے تحت تقرر اور حیا کی دبیز چادر کو پھاڑنے کیلئے

تعارفی مکالمے اور ڈرامے' بنیادی طور پر نفس انسانی کی سرکشی پھر جذبات جنسیہ کی تسکین کے لئے بھرپور وسائل' مواقع اور حوصلہ افزائی نوبت بایں جا رسید کہ شریف مرد اور پاکدامن خواتین کے لئے اپنی اقدار کا تحفظ اور کم از کم آگ و پانی کے سیلاب سے بے داغ گزر جانے کے بھی اپنی عصمت و پاکدامنی کا اعتماد دلانا مشکل ہوگیا' مسلم یونیوسٹیوں میں بالخصوص اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو برباد کرنے کیلئے تخریب کار لابیوں نے ان کے اردگرد شراب و کباب کی صحبتوں اور زہد شکن دوشیزاؤں کے حسین جال بُن دیئے جس سے بیشتر وہ طلبہ جو اپنا تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے ملک اور قوم کی قیادت' ترقی اور فلاح و بہبود کی خدمات انجام دے سکتے تھے' ضائع ہوگئے' عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی الجامعۃ الازھر میں آج سے تقریباً ۴۰ سال قبل یہودی لابیوں کے کئی اسکینڈل پکڑے گئے جن کا مقصد ہونہار طلبہ کو شراب و شباب کی راہ پر چلا کر برباد کرنا تھا' مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اعلیٰ ایجوکیشن آئی' سی' ایس۔ پی' سی' ایس۔ ایم' بی' ایس' پی ایچ' ڈی۔ میں مسلم طلبہ کا گراف گرتے گرتے ۱۵ ر فیصدی رہ گیا ہے' جس کی پشت پر جہاں غفلتیں ہیں' تخریبی محرکات بھی پوری طرح کارفرما ہیں۔

۴۔اقتصادی تخریب کاری: امت مسلمہ کے نظام حلال و حرام کو تباہ کرنے کے لئے یہودیوں نے بینکنگ نظام کو فروغ دیا' جس سے ایک طرف بیت المالی نظام کو تہہ و بالا کیا دوسری طرف سودی نظام کو وسعت و ترقی اور رواج دیا' مزید برآں ورلڈ بینک قیام سے پورے عالم اسلام کی دولت کو اپنے یہاں سمیٹ لیا اور ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے انہدام سے عرب تاجروں کی دولت کو تباہ کردیا' نیز دہشت گردی اور بین الاقوامی احکام کی خلاف ورزی کے الزام میں اسلامی ممالک پر اقتصادی پابندیاں عائد کر کے انہیں کمزور کردای' اس کے علاوہ دوسرے ممالک میں اپنی کمپنیاں بھیج کردیا دوسروں کی خرید کر اپنی مرضی کی قیمتیں وصول کر کے نیز سونے کی جگہ ڈالر کو زر مبادلہ کی حیثیت دے کر پوری دنیا کو اقتصادی غلام بنالیا' اس وقت بین الاقوامی اقتصادیات کے جملہ شعبہ جات پر ۹۹٪ یہودیوں کا تسلط ہے' اور عالم اسلامی کی ۸۵٪ فیصد دولت انہیں سود خواروں کے قبضہ میں ہے' جسے اہل اسلام نہ ان کے تسلط سے آزاد کرا سکتے ہیں' نہ اپنے ہاں منتقل کر سکتے ہیں' بلکہ حق یہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں راجاؤں اور نوابوں کے شیئرز نے جس طرح انہیں ملک کے خلاف سازش اور غداری کے لئے مجبور کیا تھا' عالم عربی کے مغرب کے ہر مطالبہ کے آگے سرنگوں ہونے میں وہی مفادات اور مجبوریاں کارفرما ہیں' جو انہیں جمع پونجی کے حرص میں مبتلا کر کے مزید استحصال کا سبب بنی ہوئی ہیں' اگر وہ اپنی جمع رقم سے دستبردار ہوجائیں' یہ ان کے مستقبل کے حق میں اس سے کہیں بہتر ہوگا کہ ثمن قلیل کی توقعات پر اپنے پورے اخلاقی' ایمانی اور عسکری سرمایہ کو تباہ کردیں' خلیج میں تسلط اور طویل المدتی اقامت کے سرکاری ایگریمنٹ نیز عراق پر قبضہ کے بعد رہی سہی تیل کی دولت براہ راست یہودیوں کے تصرف میں آئی ہے' اب کسی شاہ فیصل کی تیل بندی انہیں اپنے کسی منصوبہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے مجبور نہیں کرسکتی' اسی طرح وہ غیر مسلم ممالک جہاں مسلم اقلیت میں ہیں فاسد

نظام اقتصاد اور دوہری و دوغلی پالیسیوں کے ذریعہ ان کی اقتصادی ترقیات کی ناکہ بندی کردی گئی ہے۔

۵۔ عسکری تخریب کاری   خلافت اسلامیہ کا وجود امت مسلمہ کے لئے قوت و طاقت کی علامت تھا' مغربی طاقتوں نے منظم اور طویل المدتی منصوبہ بندی کے ساتھ عرب وعجم کے قومی بتوں کو ہوا دی' اور استشراقیت وتجدد کے عنوان سے نسل اسلامی کو گمراہ کر کے خلافت اسلامیہ کے تخت سطوت کو زمین بوس کر دیا' اس کے بعد فلسطین کی مقدس سرزمین پر یہودی ناجائز ریاست اسرائیل کو جنم دیا اور فلسطینیوں پر مظالم کے وہ طریقے اپنائے کہ پتھروں کے جگر سے لہو رسنے لگا' اور چنگیز و ہٹلر کی چیخیں نکل گئیں۔ بایں ہمہ اپنی منافقانہ پالیسیوں سے عالم اسلام کو خانہ جنگیوں میں الجھا دیا' جس سے اس نے دوطرفہ فوائد حاصل کئے: (۱) دوران جنگ اس نے فاضل اسلحے اور مہلک جراثیمی گیس سہ گنی چہار گنی قیمتوں پر فروخت کی (۲) اس کا استعمال اسلامی ملک کے خلاف ہوا جس کی بنیاد پر متحارب داخلی مسائل کا شکار ہونے کی وجہ سے ترقیاتی پرجیکٹوں کو آگے نہیں بڑھا سکے' مہلک اسلحہ کے استعمال نے لاکھوں مسلموں کو موت کی بھٹی میں جھونک دیا' جب کہ جراثیمی گیس ناتمام اور ناقص و فاسد ولادتوں کا سبب بنی جنگ کے سرد ہونے کے بعد اقتصادی پابندیاں عائد کردیں جس سے ملک جنگی قرضوں کے سود اور اقتصادی انجماد کی بنیاد پر مسلسل کمزور ہوتا رہا جب ہر طرح اور ہر گوشہ سے کمزوری و ناکارگی کا یقین ہوگیا تو شیطانی قوتوں نے مختلف اور بودے بہانوں سے ان پر براہ راست حملہ کردیا اور انہیں اپنا غلام بنالیا' عراق ایران کی دس سالہ جنگ مصر اور اردن کی اسرائیل سے پنجہ آزمائی ہند و پاک کی مسلسل جھڑپیں کویت پر عراقی قبضہ افغانستان کا ظاہری تعاون' یہ سب ایک منصوبہ بند پروگرام کے تحت انجام پائی' جس میں افغانستان وعراق جن کا دفاع اور قومی غیرت بے مثال تھی' پر مغرب کا راست تسلط ہوگیا' اب ایران و پاکستان اور شام نشانہ پر ہیں' ان میں کوئی ملک کسی بھی وقت خارجی حملوں کا شکار ہوسکتا ہے۔ جبکہ ایٹمی اور کیمیائی صنعتوں پر پہلے ہی سے مغرب کی اجارہ داری ہے کہ دنیا کا کوئی ملک اقوام متحدہ کی اجازت کے بغیر ایک میزائل یا بم تک بنانے کا روادار نہیں' اسی کے ساتھ پوری دنیا کو فوجی لحاظ سے غیر مسلح کر کے اقوام متحدہ کے کنٹرول میں فوجیں لے لینے کی تحریک زوروں پر ہے' جس سے پوری دنیا سے اقتصادی قوت کی طرح عسکری طاقت بھی سمٹ کر مغرب کے پنجۂ قدرت میں آجائے اور روئے زمین پر قوت وطاقت کا وہ تنہا سرچشمہ اور پوری دنیا اس کی غلام اور دست نگر بن جائے' جس کا راست نشانہ عالم اسلامی ہی ہے' اس لئے کہ خریطۂ عالم میں اسلامی کی جو جغرافیائی' تاریخی جذباتی اور اقتصادی ومعدنی اہمیت ہے وہ کسی غیر مسلم ملک کی نہیں' انہیں معلوم ہے کہ عالم اسلام پر صرف مئے وقمار اور زنان بازاری کی خواب آور گولیوں کے ذریعہ قابو پایا جاسکتا ہے' مغربی قوت یا نظام کی بہتری کی بنیاد پر نہیں' جبکہ صرف نظام مذہب' قومی جذبات اور محل وقوع کے لحاظ سے زیادہ برتر ہے' جو کسی بھی وقت اپنی صلاحیتوں کے احساس کے ساتھ انگڑائی لے سکتا ہے' اور اس کی ایک انگڑائی مغربی تہذیب' مغربی عسکریت اور مغربی تسلط کو زیروزبر کرسکتی ہے' یہی پالیسی بالواسطہ طور پر مسلم اقلیتوں

والے جمہوری ممالک میں کارفرما ہے کہ مذہبی بنیادوں پر آئے دن فرقہ وارانہ فسادات دیگر شعبوں کی طرح خصوصاً فوج میں عصبیت سرکردہ شخصیات پر بنیاد پرستی کے الزامات اور قید و بند کی صعوبتیں وغیرہ محض اسلئے روا رکھی جاتی ہیں' کہ مسلم قوم کی فوجی حس ختم ہو جائے اور وہ ہمیشہ کیلئے اکثریت کے توسط سے بین الاقوامی شیطانی قوتوں کے غلام بن جائے۔

۶۔ثقافتی تخریب کاری: امت مسلمہ کو مجموعی طور پر سیاست عالمی کے خدوخال پر غور و فکر سے روکنے' قومی بنیادوں کی استواری سے دور رکھنے' حال و مستقبل سے بے فکر کرنے اعمال اسلام سے کنارہ کش کرنے اور نام نہاد ثقافت کے پیکج میں بند اخلاقی' ایمانی فکری اور تمدنی غلاظتوں میں اوندھے منہ دھکیلنے کے لئے فلم سازی' ڈرامہ نگاری' موسیقی و نے نوازی' کھیل کود' مقابلہ حسن' مرد و عورت کے اختلاط' بے پردگی اور بے ہودگی کو ثقافت کے عنوان سے پیش کر کے اسلامی ممالک میں ان کا اس درجہ ابلاغی وسائل کے ذریعہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ نئی نسل ہی کیا پیر فرتوت اور خواتین خانہ تک شیطانی ثقافت کی گرویدہ ہو کر رہ گئیں۔اب صورتحال یہ ہے کہ بین الاقوامی میچوں کی زیارت کے لئے کام دھام سے کنارہ کش اور بھوک نیند سے بے پرواہ ہو کر بیٹھنے والوں میں ۸۰٪ فیصد تعداد اہل اسلام کی ہوتی ہے' اسی طرح فلم ہالوں' ٹی وی روموں' قمار خانوں' طوائف گھروں میں غیر مسلموں سے ان کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی ہے' مسلم معاشرہ میں شاید کوئی گھر شادی بیاہ میں ڈانس' باجے سے کنارہ کش رہتا ہو' شاید کہیں سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانے پینے کا رواج ہو' شاید کوئی فرد سگریٹ مسالہ استعمال نہ کرتا ہو اور شاید کوئی بچہ بوڑھا فلم یا کھیل کا رسیا نہ ہو' جبکہ بین الممالکی سطح پر زیادہ تر ورلڈ میچ اور مقابلہ جات حسن اسلامی ملک کی سرزمینوں پر منعقدہ ہوتے ہیں' جن میں ٹکٹ خرید کر دیکھنے والے' بازی لگانے والے' کھیلنے والے اور سرمایہ لگانے والے مسلم افراد مسلم جمعیتیں اور مسلم ممالک ہوتے ہیں' جبکہ یہودی قوم جس نے ثقافت کے عنوان سے ان خرافات کا چرچا کیا دور دور تک نظر نہیں آتے' اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہ قوم بدی کی بنیاد رکھ کر کچھ دور تک اس کے ساتھ چلتی ہے جب تک لوگ اقتدا نہ کرنے لگیں لوگوں کے متوجہ اور راغب ہو جانے کے بعد اس کی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں دے کر دیگر تخریبی منصوبوں میں جٹ جاتے ہیں' بی۔جے۔پی' اپنی احمقانہ فطرت کی بنا پر مسلمانوں کی اس معنی میں محسن ہے کہ وہ قدآور مسلم ستاروں کیساتھ عصبیت برت کر منظر سے غائب کرنے کی کوشش کر رہی ہے' اگر عصبیت ہی کا شکار ہو کر مسلم کھلاڑی' مسلم ستارے' اور فلم ہالوں اور نائٹ کلبوں کے مسلم مالکان اپنے نام نہاد ثقافتی پیشوں سے دستبردار ہو کر قومی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی میں منہمک ہو جائیں تو مسلم امت جو زیادہ تر قومی عصبیت کے پیش نظر یہودی ثقافت کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے' تعمیر و فلاح کے رخ پر چل پڑے گی۔

۷۔ملّی تخریب کاری: عالم اسلام کا ملّی شیرازہ بکھیرنے اور جمعیت قومی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مختلف سطحوں پر اسلام دشمن تحریکات سرگرم ہیں' بین الاقوامی ملکی' لسانی' علمی' معاشرتی' قومی اور علاقائی کوئی سطح بھی اختلاف و انتشار سے محفوظ نہیں' بلکہ بیشتر وہ سطحیں ہیں جہاں براہ راست یا پس پردہ تخریب کاروں کا ہاتھ نظر آتا ہے' کسی اسلامی

ملک میں کوئی باغیانہ تحریک ہو اسلامی اقدار ونظریات کے خلاف زہر اگلنے والا کوئی ٹولہ ہو علم وجہل کی معرکہ آرائی ہو یا جدت وقدامت کی کشمکش ہو تیسری قوت اسلام دشمنوں کی ہوتی ہے جو اس فتنہ کی حوصلہ افزائی فتنہ پردازوں کی سرپرستی اور باغیوں کی پشت پناہی کا کام انجام دیتی ہے اور یہ عمل سال دو سال کا نہیں بلکہ امت مسلمہ کی تلوار کے سامنے سرنگوں ہونے کے بعد صدیوں سے جاری ہے، جس کی طویل اور گہری پرورش اور نگہداشت کے بعد جڑیں گہری اور تنے مضبوط ہوگئے ہیں اب کوئی موسم ہو کوئی خطہ ہو ہوا کے تر وتازہ جھونکے کے ساتھ نفرت وعصبیت اور اختلاف وانتشار ہی کے پھل گرتے ہیں ملت مٹی کے ڈھیلوں اور تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر گئی ہے علماء اور عوام کے درمیان خلیج، تعلیم اور ناخواندوں کے درمیان دوریاں امیر وغریب کی صف بندی عرب وعجم کی صف آرائی مسلک ومشرب کی معرکہ آرائی ذات برادری کے اختلافات اپنی آخری حدوں تک پہنچ گئے ہیں جنہوں نے ملت کے شیرازہ کو منتشر اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔اور دست غیب کی معجزہ فرمائی کے سوا کوئی سبیل نہیں بچی جس سے ملت کو متحد اور یکجا کیا جاسکے۔

۸۔نفسیاتی تخریب کاری: ذرائع ابلاغ کی مدد سے امت مسلمہ کا دہشت گرد بنیاد پرست وحشی غیر مہذب اور پست ذہن ومفلوک الحال کی حیثیت سے پروپیگنڈہ غیر مسلم اقوام کو اس کے خلاف صف آرا کر کے انہیں تحقیر آمیز رویوں، دل شکن فقروں کی نفسیاتی تعذیب میں مبتلا کرنے اور احساس کمتری سے دوچار کرنے کی اہم تحریک ہے۔ جس کا امت کو مغرب کے ابلاغی وسائل پر تسلط کی وجہ سے آئے دن سامنا کرنا پڑتا ہے ذرائع ابلاغ مسلسل ایسے مضامین ایسی تصاویر اور ایسی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں جو امت مسلمہ کی دل شکنی کا باعث ہوں اور اس انداز سے پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے اندر احساس جرم اور غیر قوموں کو ان سے نفرت پیدا ہوتی ہو جبکہ نفس واقعہ سے اس قسم کی خبروں کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، بہت سی فلمیں، ہالوں اور سی ڈی کے ذریعہ عوام میں پھیلانے کی کوششیں ہورہی ہیں، جن میں مسلمانوں کو گوشت کھاتے اور ایک سے زائد بیویاں رکھ کر انہیں اذیتیں دیتے، شراب پی کر بدمستی میں روڈوں پر چھیڑ چھاڑ کرتے اور قرآنی آیتیں پڑھ پڑھ کر اور تاریخ اسلامی کا حوالہ دے کر بے گناہوں پر ظلم کرتے اور پرندوں چرندوں کا شکار کرتے منظر پر پیش کیا جاتا ہے اور انداز اتنا وحشیانہ ہوتا ہے کہ مسلمان تک احساس شرم وجرم سے اپنی آنکھیں چھپا لیتے ہیں باایں ہمہ ممالک کے طول وعرض میں واقع ہونے والے کسی خطرناک حادثہ کو اتنا ہائی لائٹ کیا جاتا ہے کہ تمام ممالک کی ہمدردیاں سمٹ کر اسی نقطہ پر جمع ہوجاتی ہیں پھر کیا یک مجرم کی حیثیت سے کسی مسلم نام کا اعلان کر دیا جاتا ہے، نتیجہ یہ کہ ایک مسلمان اپنی جان محفوظ رکھنے کے لئے دوسرے کا پیشگی نام پیش کر دیتا ہے اہل سیاست کے دروازوں پر دستک دیتا ہے اور آواز فریاد بلند کرتا ہے اسے اپنی طاقت وتوانائی وقار وانا کا ذرہ بھر خیال نہیں رہتا وہ ملکی سطح سے بین الاقوامی سطح تک ہر جگہ قنوطیت احساس کمتری اور دست نگری کا شکار ہے۔اور اسلام دشمن طاقتیں ان کا مسلسل اور ہمہ گیر استحصال کر رہی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی وہ پیش گوئی یاد آرہی ہے جو آپ نے چودہ سو سال پیشتر آج کے حالات کے پیش

نظر فرمائی تھی کہ امت مسلمہ ایک زمانہ میں شدید فتنوں سے دوچار ہوگی جو بادلوں اور اندھیروں کی طرح واقع ہوں گے۔ آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا شام کو کافر ہو جائے گا۔ اور شام کو مومن نظر آنے والا صبح کافر ہو جائے گا۔ اس وقت بیٹھنے والا کھڑے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا' اس وقت تم اپنی کمان اور تانت توڑ دینا' اپنی تلواروں کو کُنٹھل کر لینا' تمہاری پناہ میں کوئی آ جائے تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے اچھے بیٹے کی طرح حسن سلوک کرنا (ابوداؤد)۔ آج امت مسلمہ بعینہٖ انہیں حالات سے دوچار ہے جن کی حدیث مبارکہ میں پیش گوئی کی گئی ہے' آدمی کی جان سلامت ہے نہ ایمان' قومیت محفوظ ہے نہ ملک و وطن' لیکن مسلم افراد اور مسلم حکمران اس حدیث کی ہدایت پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہوئے مالی منفعت کے حصول کیلئے نہ صرف یہ کہ نشست سے قیام کی طرف مائل ہیں بلکہ قیام سے دوڑ اور چھلانگ لگانے میں عملاً مصروف ہیں' شیطانی قوتوں کی حمایت میں نہ صرف یہ کہ کمانیں نہیں توڑتے بلکہ مسلم افراد و شخصیات اور مسلم کے زیر زبر کرانے کے لئے اسلام دشمن قوتوں سے درپردہ شازشیں کرتے اور ڈھٹائی و بے حیائی کے ساتھ اپنی زمین' اپنے وسائل اور اپنے افراد کی قوت فراہم کرتے ہیں' اسی طرح مخبری و سراغرسانی کے معاوضہ کے حرص میں پناہ دہی کی ہدایت کو بھی قدموں کے نیچے مسل دیتے ہیں' انہیں اس کا مطلق ادراک نہیں کہ اپنوں کے خلاف غیروں سے سزا باز کا انجام اپنی ہی غلامی کی شکل میں ظاہر ہوگا' مسلم حکمران اپنی عیش کوشی اور تحفظ تخت و تاج کی خاطر اپنی قوم کو آزادی رائے' فنون حرب و ضرب' کیمیائی و حیاتیاتی صنعت و تعلیم سے کنارہ کش رکھ کر انہیں ضمیر و جسم اور عقل کے لحاظ سے مفلوج کر دیتے ہیں' مسلم تحریکات و تنظیمات کے سربراہ صرف امت کے سامنے مسائل رکھ کر ان سے چندہ بٹورتے اور میڈیا کی شہ سرخیوں میں آنے کو معراج قیادت تصور کرتے ہیں جبکہ مسائل کے صحیح حال کے حقیقی تجزیہ اور ان سے نمٹنے کیلئے عملی طور پر دفاعی اقدامات اور ترقیاتی امکانات کا نہ انکے پاس واضح خاکہ ہوتا ہے نہ وہ اس خاردار وادی میں اپنے پاؤں زخمی کرنا چاہتے ہیں' جب کہ عوام کی تمام تر توانائیاں قائدین سے بدگمانی' غیر مسلم حکومتوں کی دوہری پالیسی کی شکایات' اور انفرادی و اجتماعی ابتلاءات پر آہ و زاری اور مصنوعی اظہار ہمدردی پر صرف ہوتی ہیں جبکہ حقیقی امر یہ ہے کہ اسلام دشمن حکومتوں کی طرف سے ہر محاذ پر امت مسلمہ کی گھیرابندی خود امت مسلمہ کی بداعمالی اور حقیقت سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے' جس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ بلاد اسلامیہ کے فرماں روا' مسلم جمعیتوں کے سربراہان' اور قرآن و حدیث کے رمز شناس نیز قوم کے دانشوران و مفکرین سر جوڑ کر بیٹھیں' اور جذبات سے قطع نظر پوری سنجیدگی' بیدار مغزی اور ہمدردی کیساتھ امت مسلمہ کے سیاسی و اقتصادی اور تعلیمی زوال کے حقیقی اسباب کی تلاش اور اس کیلئے دفاعی اقدامات کیساتھ دور حاضر کی اڈوانس ترقیاتی امت مسلمہ کی موجودہ استعداد اور ضروریات و مقتضیات کے پیش نظر ارتقائی امکانات کا جائزہ لے کر اپنی راہ عمل کا تعین کریں' جس کا دائرہ کار مندرجہ جہتوں پر محیط ہو سکتا ہے:

۱۔ اسلامی دعاۃ و مفکرین رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے مسلم فرماں رواؤں سے انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں

کر کے انہیں اسلام دشمن سرگرمیوں سے واقف کرائیں اور انہیں بتائیں کہ اسکا واحد علاج یہ ہے کہ ہر مسلم ملک اپنی حکومت کا مذہب اسلام قرار دے اور پوری سختی کے ساتھ اس پر کاربند ہو جائے' اس طور پر کہ ملک کا دستور' عدالتی قوانین' فوجداری ضوابط اور حدود' قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوں۔

۲۔ تمام ممالک اتفاق رائے سے ایک جھنڈے کے تحت جمع ہو کر خلافت اسلامیہ کا اعلان کر دیں' جو اقوام متحدہ کا بدل ہوگی' اور جس طرح ناٹو میں شریک ممالک کا اقوام متحدہ سے فوجی اور مالیاتی معاہدہ ہوتا ہے' خلافت اسلامیہ کے پایہ تخت سے ہر ملک کا فوجی اور مالی معاہدہ ہو' جس کے تحت کسی بھی اسلامی ملک پر ہونے والے حملہ کا خلافت اسلامیہ اپنے ماتحت جملہ ممالک کے فوجی و مالی تعاون سے دفاع کرے' نیز امت مسلمہ میں عسکری روح پھونکنے کے لیے ہر ملک کے گوشہ گوشہ میں عسکری تربیتی مراکز قائم ہوں جہاں نوجوانوں کی علمی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ عسکری تربیت کا بھی نظم ہو سکے جس کے لئے فوجوں کی بہتر تربیت کے لئے اسلامی ایٹمی ممالک سے فضائی اور بحری بری مخلوط مشقیں ہوں نیز ایٹمی ممالک اپنی ایٹمی ٹیکنالوجی دوسرے اسلامی ممالک کو منتقل کریں' ضرورت اور حالات کے تحت غیر اسلامی پڑوسی ممالک کو بھی حلیف بنانے کی گنجائش رکھی جائے۔

۳۔ خلافت ورلڈ اسلامی بینک کا قیام عمل میں آئے جہاں تمام اسلامی ممالک کا سرمایہ جمع ہو' اور اسکے تحت تمام ممالک کے بینکوں کا نظام غیر سودی بنیادوں پر قائم کیا جائے' ممالک اسلامی ورلڈ بینک میں رقم اور مغربی ممالک میں دبے ہوئے عرب تاجروں کے عظیم سرمایہ کو اپنے اوپر چڑھے ہوئے ورلڈ بینک کے قرضہ سے کٹوتی کر کے عرب تاجروں کو وہ قرضہ اسلامک ورلڈ بینک کے توسط سے منتقل کر دیں اور مستقبل کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ فاضل ٹیکس لاد کر سرمایہ داروں کو غیر اسلامی بینکوں کی طرف دیکھنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے' اگر عالم اسلامی کے مکمل سرمایہ کی زکوٰۃ نکال کر صحیح مصارف پر خرچ کر دی جائے تو ۵ رسال کے بعد عالم اسلام کا کوئی فرد غیر صاحب نصاب نہ رہے۔

۴۔ خلافت اسلامیہ کشادہ دلی کے ساتھ دیگر ممالک میں خدمات انجام دے' دنیا کے مایہ ناز مسلم سائنس داں' انجینئرز' ڈاکٹرز اور اسکالر کو دعوت دے کر ان کی نگرانی میں وسیع پیمانہ پر جامع قربہ و غرناطہ جیسے بین الاقوامی سول اور ٹیکنیکل ادارے قائم کرے' جہاں سائنسی' طبی' اکتشافی' کیمیائی اور ثقافتی پروگراموں کو فروغ دیا جائے۔

۵۔ بین الاقوامی مڈیائی نیٹ ورک قائم کیا جائے' جو مسلم امت کی اسلامی بنیادوں پر فکری اور اخلاقی کردار سازی کرے' نیز اخبار کا صحیح تجزیہ اسلامی مذہب اور اقدار پر جدت پرست اور مستشرقین کی طرف سے ہونے والے علمی' فکری' ثقافتی اور اخلاقی حملوں کا پوری معقولیت و حکمت کے ساتھ دفاع کرے اور انہیں تعلیم کی طرف من حیث الامت اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ متوجہ کرنے کی کوشش کرے۔

۶۔ مسلم اقلیتی جمہوری ممالک میں عصری درسگاہوں میں جزئی طور پر مذہبی علوم داخل ہوں' جس سے مذہبی د

عصری تعلیم کے حاملین میں مکمل ارتباط کے ساتھ دونوں طبقے اپنے اپنے دائرہ کار میں پوری کامیابی حاصل کرسکیں، اور مسلم طلبہ کو ملک کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچانے کے لئے شہر در شہر ادارے قائم کئے جائیں۔

۷۔ اقتصادی مضبوطی کے لئے بیت المالی نظام کی وسعت و تحریک کے ساتھ ہر شہر میں انفارمیشن آفیسز کا قیام عمل میں لایا جائے، جہاں سے مسلم رعیت کو انفرادی، اجتماعی اور سرکاری سطح پر ملک میں اقتصادی ترقی کے امکانات کا علم ہو سکے، اور وہ موصولہ اطلاعات و پروگرامز کے مطابق اقتصادی میدان میں آگے بڑھ سکیں۔

۸۔ مسلم تنظیمیں اتحادی وحدتوں کیساتھ ملک کی سیاست میں حصہ لیں اور ملک کی رفاہ وفلاح کیلئے ممکنہ خدمات انجام دیں۔

۹۔ نیشنل اسلامک نیٹ ورک کے ممبران اپنے اپنے دائرہ کار میں غیر مسلم قوتوں کی طرف سے متعصب شوشوں، الزامات اور رویوں کا پورے صبر وسکون اور حکمت وسنجیدگی کے ساتھ دفاع کریں۔

غیر مسلم جمہورتیوں میں مسلمانوں کی کامیابی کا مدار تعلیمی میدان میں امتیازی جدوجہد اور نمایاں کامیابی پر منحصر ہے، محض حکومت کی عصبیتوں کا شکوہ الزام بے جا اور اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے سوا کچھ نہیں، یہودی عیسائیوں کی ہر سطح پر دشمنی کا کئی صدیوں تک نشانہ بنے رہنے کے بعد آج بین الاقوامی پالیسیوں پر محض تعلیمی جدوجہد اور اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی اور طویل المدتی منصوبوں پوری رازداری کے ساتھ کاربند رہنے کی وجہ سے مسلط ہیں، اگر ہندوستان اور امریکہ جیسے مسلم اقلیتوں والے جمہوری ممالک میں مسلمان بیس سال تعلیم پر پوری توجہ دے دیتے ہیں تو وہ اپنی سوسالہ پسماندگی کی بڑی حد تک تلافی کرسکتے ہیں، حالات معاصرہ کے پیش نظر غیر مسلم جمہوری ممالک میں مسلمانوں کی ترقی کا مدار تعلیم اور بین الاقوامی سطح پر امت مسلمہ کی ساکھ کی بحالی کا انحصار مسلم ممالک کی اسلامی کنٹریز میں تبدیلی اور بین المما لکی اسلامی وفاق پر ہے، افغانستان کے سقوط کا سبب نعرۂ خلافت اور عراق پر تسلط کا باعث اس کی عسکری فکر اور منتشر ممالک کو بالرضا یا بالجبر متحد کرنے کا اقدام تھا جسے اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرکے پوری دنیا کی عسکری قوتوں کو اپنے علم کے نیچے جمع کرنے والی طاقتیں کسی طرح برداشت نہیں کرسکتی تھیں، اسی طرح ہر اسلامی وفاق کو قائم نہ ہونے دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور اور قیام کے بعد اسے توڑنے کی ہر قسم کی ممکنہ جدوجہد کریں گی، لیکن امت مسلمہ کیلئے اپنے قومی وقار، مذہبی برتری اور عسکری واقتصادی وجود کو منوانے کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اگر مسلم داعیان اور مسلم فرماں روا حالات کی نزاکت کے پیش نظر اس سمت مثبت پیش رفت کرتے ہیں تو وہ سر پر منڈلا رہی آفتوں سے نہ صرف یہ کہ محفوظ ہو جائیں گے بلکہ اپنے مذہب، ثقافت اور اقدار سے غیر مسلم ممالک کو متاثر بھی کرسکیں گے اور اگر غفلت وکوتاہ بینی کا سلسلہ بدستور رہا، اور ہر ملک اپنی اپنی عش کوشیوں میں مست رہا تو ایک ایک کرکے ہر مسلم ملک سقوط وزوال سے دوچار ہوگا۔ مسلم نوجوانوں کے سروں کے سروں کی فصلیں کٹ جائیں گی اور مساجد ومعابد براہ راست یا بالواسطہ دیر وکلیسا میں تبدیل ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر قاری محمد طاہر
مدیر ماہنامہ التجوید فیصل آباد

مشرقی اور مغربی روایت کا فرق

اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کی بہت مشہور اور پرانی درسگاہ ہے۔ جس میں مشرقی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ کالج 1868 میں قائم ہوا۔ کالج کی موجودہ عمارت تو بہت بعد میں تعمیر ہوئی۔ شروع میں کلاسز کے اجراء کے لئے کرایہ کی جگہ اندرون لوہاری گیٹ حاصل کی گئی۔ لوہاری دروازہ کے اندر نہال چند کا مندر تھا۔ اس مندر کے سامنے کھڑک سنگھ نامی سکھ کی بڑی حویلی تھی جو اس مقصد کے لئے کرایہ پر لی گئی۔ اورینٹل کالج کے پہلے پرنسپل ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹز مقرر ہوئے۔ اس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ بیک وقت گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی بنے۔ سنسکرت، فارسی، چینی اور لاطینی زبانوں کے ماہر تھے۔ بہت علم دوست انسان تھے۔ یہ انہی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اورینٹل کالج کے ایک نامور استاد مولوی محمد شفیع تھے۔ جو عربی کے پروفیسر تھے۔ بڑے عالم آدمی تھے۔ آپ ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ علماء کے بہت قدردان تھے۔ انہی دنوں دارالعلوم دیوبند میں انتہائی ماہر استاد مولانا رسول خان پڑھایا کرتے تھے۔ ان کی جلالت علمی کا اندازہ لگانے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ پاکستان کے معروف علماء مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تفسیر معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا قاری محمد طیب جیسے اکابر بھی ان کے شاگرد تھے۔

مولانا رسول خان بھی ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ مولوی محمد شفیع ان کی علمی حیثیت کے شناسا تھے۔ اس لئے ان کی خواہش تھی کہ مولانا رسول خان کی خدمات اورینٹل کالج لاہور کے لئے حاصل کر لی جائیں۔ مولوی شفیع، مولانا رسول خان کو اس بات پر آمادہ کرتے رہے۔ شروع میں تو مولانا رسول خان نے انکار کیا۔ کیونکہ ان کو دارالعلوم دیوبند چھوڑنا گوارہ نہ تھا۔ لیکن مولوی محمد شفیع صاحب کا اصرار بڑھتا ہی رہا تو انہوں نے رضامندی ظاہر کر دی۔ ان دنوں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر اے سی رولز تھے، علم دوست ہونے کے ناتے مولوی محمد شفیع کا ان سے گہرا تعلق تھا۔ چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر وولز سے کہا کہ مولانا رسول خان صاحب دیوبند کے استاد ہیں۔ بڑی علمی شخصیت کے مالک ہیں، میری خواہش ہے کہ ان کو اورینٹل کالج میں عربی کا لیکچرار متعین کیا جائے۔ تاکہ ہم ان کے علم سے استفادہ کر سکیں۔ پروفیسر وولز نے آمادگی ظاہر کر دی۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہا کہ ہم ان کا انٹرویو لیں گے۔

مولوی شفیع صاحب کے کہنے پر مولانا رسول خان انٹرویو کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ملاقات کا وقت مقرر

ہوا۔ متعینہ تاریخ پر مولانا رسول خان لاہور پہنچ گئے۔ وولنر سے ان کی ملاقات ہوئی۔ وائس چانسلر نے پوچھا کیا نام ہے؟ تعلیم کیا ہے؟ مولانا رسول خان نے نام بتایا اور بطور عجز وانکساری کہنے لگے' تعلیم تو میری کچھ بھی نہیں۔ میں تو بہت ہی کم علم آدمی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔ بس استادوں کی جوتیاں سیدھی کی ہیں۔ استادوں کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ وائس چانسلر نے مولانا رسول خان کے یہ الفاظ سنے تو غصے میں آ گیا۔ چپڑاسی کو بلایا اور کہا کہ ان کو باہر کا راستہ دکھاؤ۔ مولانا رسول خان اٹھے اور باہر آ گئے۔ مولوی شفیع صاحب انتظار میں تھے۔ مولانا کو اتنی جلدی واپس آتا دیکھا تو حیران ہوئے۔ مولانا سے انٹرویو کی روائیداد پوچھی۔ مولانا نے سارا واقعہ سنایا۔ مولوی شفیع بڑے پریشان ہوئے۔ فوراً وولنر سے اندر جا کر ملے۔ وائس چانسلر غصے میں تھا بولا کس آدمی کو تم نے میرے پاس بھیجا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے پاس علم نہیں۔ مجھے کچھ نہیں آتا۔ جوتیاں سیدھی کی ہیں۔ مولوی شفیع بولے۔ ہماری مشرقی روایت اور یوروپی روایت میں بڑا فرق ہے۔ ہماری مشرقی روایات یہ ہے کہ جسے بہت کچھ آتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا اور مغربی روایت یہ ہے کہ جسے کچھ بھی نہیں آتا وہ کہتا ہے مجھے بہت کچھ آتا ہے۔ میری ڈگریاں دیکھ لو۔ وولنر کہنے لگا' پھر علمی استعداد کا پتہ کیسے چلے؟ مولوی شفیع بولے ڈگری والوں کی میٹنگ بلاؤ۔ علمی بحث کراؤ' علمی گہرائی کا پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تمام شعبہ جات کے سربراہ بلائے گئے۔ علم جغرافیہ کے حوالے سے بحث چل نکلی۔ مولانا رسول خان نے خلق سبع سمٰوت طباقاً پر ڈیڑھ گھنٹہ مفصل گفتگو کی۔ بڑے بڑے علمی نکات کھولے۔ وولنر مولانا رسول خان کی علمیت سے متاثر ہوا۔ اور مولانا کو اٹھ کر ملا۔ اسی وقت ان کو تقرری کا حکم نامہ لکھوا کر دیا۔ اس طرح مولانا رسول خان دیوبند سے اورینٹل کالج چلے آئے۔

دارالعلوم دیوبند کے مولانا انور شاہ کاشمیریؒ سے کسی نے پوچھا کہ مولانا رسول خان دیوبند چھوڑ کر اورینٹل کالج چلے گئے۔ آپ کا اس بارے میں کیا تبصرہ ہے۔ انہوں نے جواباً کہا۔ جامع مسجد دہلی کا مینارہ اگر اکھاڑ کر چاندنی چوک میں نصب کر دیا جائے تو وہاں اس کی حیثیت کیا ہوگی۔ اس کا مقام اور عظمت تو مسجد ہی کی وجہ سے ہے' چاندنی چوک کی وجہ سے نہیں۔ شاید مولانا رسول خان صاحب کو خود بھی اس بات کا احساس تھا' مولانا رسول خان کا تقرر 29 مئی 1935 کو بحیثیت صدر مدرس عربی اورینٹل کالج میں ہوا۔ آپ 1954 تک اورینٹل کالج میں پڑھاتے رہے۔ اس طرح انہوں نے تقریباً بیس برس اورینٹل کالج میں عربی زبان وادب کی خدمات سرانجام دیں۔ لیکن جب پاکستان بن جانے کے بعد مفتی محمد حسنؒ نے لاہور میں جامعہ اشرفیہ قائم کیا تو مولانا رسول خان صاحب بھی مغربی روایات کے ادارہ اورینٹل کالج کو چھوڑ کر مشرقی روایت کے امین جامعہ اشرفیہ چلے آئے۔ اور تادم زیست جامعہ اشرفیہ ہی میں علم کی خدمت کرتے رہے۔

جناب صلاح الدین

حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ

شخصیت اور خدمات

صوبہ سرحد کی قدیم اور تاریخی دینی درسگاہ دارالعلوم جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم اور جید عالم دین مولانا اشرف علی قریشیؒ مرحوم ومغفور بروز پیر ۱۳ ررمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ اراکتوبر ۲۰۰۵ء کو اس دار فانی سے عالم بقاء کو سدھار گئے' اس دوران دارالعلوم تعزیت کیلئے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا اور صوبے کے کونے کونے سے ہزاروں لوگوں اور عقیدت مندوں نے پشاور آکر مرحوم کے صاحبزادگان مولانا حافظ ارشد علی قریشی اور مولانا حافظ اسد علی قریشی کے ساتھ ہمدردی وتعزیت کا اظہار کیا۔ دارالعلوم جامعہ اشرفیہ عیدگاہ کالونی کے احاطہ میں ان کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔ تعزیت کے لئے آنے والوں میں دینی مدارس کے طالب علم بھی تھے' اساتذہ اور جید علمائے کرام و مشائخ عظام بھی' برسراقتدار حکمران بھی تھے' اعلیٰ حکام بھی' اپوزیشن قائدین بھی اور ممتاز سیاستدانوں کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر مکتبہ فکر کے نمائندہ افراد بھی شامل تھے۔ دراصل مولانا اشرف علی قریشیؒ ایسی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے کہ معاشرے کے ہر طبقہ میں انہیں عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

فرمایا گیا موت العالِم' موت العالَم یعنی ایک عالم کی موت سے اتنا بڑا نقصان ہوتا ہے جو پوری دنیا کی موت کے برابر قرار پاتا ہے۔ مولانا اشرف علی قریشی بھی ایسے ہی علماء میں شامل تھے۔ جن کی موت نہ صرف ان کے خاندان کیلئے ایک بہت بڑا صدمہ ہے بلکہ ان کے یوں بچھڑ جانے سے امت مسلمہ کی مذہبی قیادت میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ حقیقتاً آسانی سے پُر نہیں ہو سکے گا۔ انہوں نے دینی تعلیم اپنے مدرسے میں حاصل کی۔ مولانا عبدالودود قریشیؒ نے اپنے بیٹے کو تمام علوم دینیہ وشرعیہ سے آراستہ کیا۔ دورہ تفسیر کی سند اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے حاصل کی۔ مولانا اشرف علی قریشی ایک جید عالم دین' سکالر اور ہزاروں طالب علموں کے شفیق استاد اور ہم جیسے دنیاداروں کے نفیس دوست تھے۔ انہوں نے دینی علوم کے فروغ خصوصاً نوجوان نسل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کیلئے چپکے چپکے بڑی مختصر مدت میں اتنا کام کیا کہ شاید اسکے ہم پلہ کوئی مثال مل سکے۔ ۵۳ سال بڑی مختصر عمر ہے۔ اس میں تو عام آدمی اپنی روزمرہ مصروفیات اور خاندانی ذمہ داریوں ہی سے بمشکل عہدہ برآ ہو سکتا ہے لیکن یہ مولانا اشرف علی قریشی کا کمال تھا' کہ وہ عہد شباب ہی میں اپنے حصے کا تمام کام مکمل کر گئے۔ مذہبی موضوعات پر بیس سے زائد تحقیقی کتابوں کی تصنیف وتالیف انہی کا حصہ تھا۔ ضخیم ارکان اسلام کے علاوہ مناسک حج' کتاب الحج' (عربی) تعلیمات اسلام' کتاب الدعاء اسلام کا نظام زکوٰۃ' مسائل نماز' ماہ صیام' اسوہ حسنہؐ (پشتو) سیرت وسوانح' غیبت' رہ نجات' سفرنامہ حجاز' اور تاریخ اسلام پر ایک نظر جیسی جامع اور مدلل کتابیں ان کا قابل رشک توشہ آخرت ہے۔ مذہب کیساتھ ساتھ مرحوم نے سماجی شعبہ میں عوام کی

بہترین رہنمائی کی۔ اَسی (۸۰) کی دہائی میں جب ہم نے ہیروئن اور دیگر نشوں کی لعنت کے خلاف منظم جدوجہد کی غرض سے ''گرین دسمبر موومنٹ'' قائم کی تو تنظیم کے روحانی علاج کے شعبہ (Religious Therapy) کو مولانا مرحوم کی قیادت میسر آئی۔ آپ نے تنظیم کی ہر مرحلے پر مذہبی پہلوؤں کے حوالے سے بڑی موثر رہنمائی کی اور نشر واشاعت کے محاذ پر، ہیروئن ایک عالمگیر وبا' انسانیت پر ہیروئن کے تباہ کن اثرات اور سگریٹ نوشی کا شرعی جائزہ جیسے کتابچے تحریر کر کے ہمارا کام بڑا آسان کیا اور ہزاروں نوجوان ان تحریروں سے متاثر ہو کر نشے سے باز آ گئے۔ مولانا مرحوم کے زیرادارت شائع ہونے والے ''ماہنامہ الاشرف'' نے بھی اس محاذ پر موثر کردار ادا کیا' آپکے زیر سرپرستی ادارہ تبلیغ اسلامی نے اتحاد بین المسلمین کیلئے بھرپور کردار ادا کیا' جبکہ آپ نے اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی جدوجہد میں صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

مولانا اشرف علی قریشی مرحوم ومغفور نے ۳/اپریل ۱۹۵۳ء کو ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالودود قریشیؒ کے ہاں آنکھ کھولی' آپ کے دادا حضرت مولانا ریحان گل قریشی بھی ایک جید عالم دین اور مرد درویش تھے۔ آپ کے والد مرحوم کو طویل عرصہ تک شیخ الاسلام حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مرحوم کو اپنے استاد مرشد سے اتنی گہری عقیدت ومحبت تھی کہ انہوں نے اپنے نوزائدہ بچے کا نام بھی اشرف علی رکھا۔ شاید انہیں ادراک ہو گیا تھا کہ ان کا یہ بچہ نہ صرف اس نام کا حقدار ثابت ہوگا بلکہ وہ ان مقاصد کی تکمیل میں بھی مرتے دم تک پیش پیش رہے گا جو اس کے بزرگوں کے مقاصد ہیں یعنی نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا فروغ۔ مولانا اشرف علی قریشی نے دینی شعبے میں جوگراں قدر خدمات سرانجام دیں' اس کے پیش نظر اسم بامسمی ثابت ہوئے۔ روشن خیالی کی اصطلاح آج کل بوجوہ بڑی مشہور ہو رہی ہے' لیکن مولانا مرحوم اپنے حلقوں میں اوائل عمر ہی سے ایک روشن خیال عالم دین کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے' بلکہ اکثر شرعی مسائل کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے قدیم وجدید پہلوؤں کا ایسا حسین امتزاج ابھارتے کہ بوڑھے اور جوان دونوں آپ کی علمیت کے قائل ہو جاتے۔

مولانا اشرف علی قریشیؒ اس لحاظ سے تو خوش قسمت تھے ہی کہ انہیں آنکھ کھولتے ہی مذہبی ماحول میسر آیا لیکن یہ خوش قسمتی اس وقت مزید نکھر گئی جب انہیں سسر کی حیثیت سے جید عالم دین اور روحانی پیشوا حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی علمی اور روحانی سرپرستی بھی حاصل ہوگئی۔ پھر یہ بھی حسن اتفاق ہی ہوا کہ سینئر مولانا سمیع الحق کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے اور ممتاز اخباری شخصیت پیر سفید شاہ ہمدرد کے فرزند آپ کی دامادی میں آئے۔ مولانا مرحوم نے ایک عالم دین اور متحرک انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شفیق والد اور سسر کی حیثیت سے بھی اپنی خانگی ذمہ داریوں سے پورا پورا انصاف کیا۔ وہ ایک پُرخلوص دوست بھی تھے' جو دوستوں کی خوشی کو اپنی خوشی اور دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے۔ پیر صاحب مانکی شریف' پیر سید روح الامین کو ان کی میت پر بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے دیکھا گیا۔ یہ مولانا مرحوم کی وہ پائیدار اور سچی دوستی ہی تھی جس نے پیر صاحب جیسے سخت جان انسان کو بھی رلا دیا مولانا مرحوم ایک خوش پوشاک' خوش گفتار اور خوش کردار انسان بھی تھے۔ نفاست آپ کے مزاج میں

کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔ متانت اور انکساری آپ کا خاصہ تھا' مہمانوں کی خاطر مدارت میں فخر و مسرت محسوس کرتے' مہمانوں کو اپنے ہاتھوں سے کھانے پینے کی اشیاء بڑی سلیقے سے پیش کرتے' مولانا مرحوم سیر و سیاحت کے بھی شوقین تھے۔ قریباً پوری دنیا دیکھی' یورپ بھی گئے' امریکہ بھی دیکھا' مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کی بھی سیر کی اور سب سے بڑھ کر دیار حبیب ﷺ میں تو کئی بار حاضری کی سعادت حاصل کی۔

مولانا اشرف علی قریشیؒ کی وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل ہمیں دارالعلوم جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ پشاور سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کی تقریب دستار بندی کا حال جاننے کا موقع ملا تو اس بات پر خوش گوار حیرت ہوئی کہ دینی مدارس میں انگریزی اور دیگر جدید علوم پڑھائے جانے کے جس معاملے پر ملک میں سیاسی سطح پر محاذ آرائی جاری ہے' وہ اس لئے بلا جواز ہے کہ بیشتر دینی مدارس میں تو یہ طرز تعلیم پہلے ہی سے رائج ہے ان ہی مدارس میں دارالعلوم جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ سرفہرست تھا۔ جسے دارالعلوم کے مہتمم اعلیٰ مولانا اشرف علی قریشیؒ نے جدید علوم کے فروغ کی راہ پر بھی گامزن کر رکھا تھا اور ان کے زیر قیادت طلباء دینی تعلیم کیساتھ ساتھ انگریزی اور کمپیوٹر ایجوکیشن بھی حاصل کر رہے تھے۔ دارالعلوم میں دینی تعلیم کیلئے درس نظامی' تجوید القرآن' حفظ القرآن اور تصنیف و تعلیم کے شعبے جید علماء کے زیر نگرانی کام کر رہے ہیں تو دوسری طرف انگریزی کی تعلیم کیلئے دو سالہ کورس کا اجراء کیا گیا ہے۔ جبکہ ریاضی اور کمپیوٹر ایجوکیشن کے شعبوں کے لئے بھی ماہر اساتذہ کرام کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ عیدگاہ کالونی میں مکمل کمپیوٹر سیکشن قائم ہے جس کا انٹرنیٹ پر رابطہ مدینہ یونیورسٹی اور جامعہ الازھر سے قائم ہے۔ اور طلباء ضروری دینی معلومات کے لئے ان مستند اداروں کے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں۔ دارالعلوم جامعہ اشرفیہ ۱۹۶۵ء سے رجسٹرار جائنٹ سٹاک کمپنیز کے پاس سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ دارالعلوم جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ کے جائزہ سے تو ہم نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر دینی تعلیم کے فروغ کیلئے جدید ٹیکنالوجی کے ذرائع سے استفادہ کیا جائے تو صحیح معنوں میں دینی تعلیم اور جدید علوم سے آراستہ و پیراستہ مذہبی سکالر دنیا کے سامنے پیش کئے جاسکتے ہیں۔

مولانا اشرف علی قریشیؒ کے دار بقاء کو کوچ کر جانے کے بعد ان کی ذمہ داریاں مرحوم کے جواں سال صاحبزادوں کے کاندھوں پر آپڑی ہیں' جنازہ کے موقع پر جید علماء کرام اور خاندانی بزرگوں نے ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حافظ ارشد علی قریشی کی دستار بندی کی۔ حافظ صاحب نوجوان ہیں' والد کی وفات کے بعد انہوں نے اس صدمہ جانکاہ پر بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور ہر مرحلے پر والد مرحوم کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ مولانا حافظ ارشد علی قریشی نے بڑے بیٹے کی حیثیت سے خاندانی ذمہ داریاں بھی نبھائی ہیں۔ اور دارالعلوم کے انتظامی فرائض بھی خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں ان کا حوصلہ جواں ہے اور ارادے مصمم۔ توقع ہے کہ وہ اس عظیم مشن کو کامیابی سے جاری رکھیں گے جوان کے بزرگوں کا ورثہ ہے مقام اطمینان ہے کہ حافظ صاحب علوم دینیہ سے سرفراز ہے دینی اور دنیوی موشگافیوں کو سمجھتے ہیں' جب سے ہوش سنبھالا ہے والد مرحوم کی آغوش تربیت میں تھے' دعا ہے کہ اللہ انہیں دارالعلوم اشرفیہ سے علم و عرفان کے چراغ جلائے رکھنے کی ہمت عطا فرمائے۔ (امین)

محترمہ شگفتہ نعمت*

اسلام اور عورت کی آزادی

اسلام اور مغربی تہذیب کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسلام کا مقصد ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر کرنا ہے۔ اور اس معاشرے کی تعمیر میں مرد اور عورت دونوں برابر کے شریک ہیں' لیکن دونوں کے دائرہ کار اور عمل مختلف ہیں۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے معاملات میں عورت اور مرد کو یکساں شریک کر کے مادی ترقی کی رفتار تیز کی جائے' دونوں صنفوں کو برابری دی جائے کہ عورت مرد کے شانہ بشانہ چل کر زندگی کے ہر معاملہ میں اس کا بھرپور ساتھ دے اور ان دونوں کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے جائیں تاکہ ان کی زندگی ترقی پذیر اور پر لطف ہو' جبکہ اسلام میں مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کو روکا گیا ہے۔ اور ان اسباب کا قلع قمع کیا گیا ہے' جو اس نظم وضبط میں برہمی پیدا کرتے ہیں۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو اس کا صحیح حق دیا۔ اس کی عزت و عصمت کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ اس کو عظمت و احترام کے بلند ترین مینارے پر بٹھایا۔ یہاں تک کہ جنت جیسی عظیم اور دائمی نعمت کو اس کے قدموں کے نیچے رکھ دیا کیونکہ وہ عورت کو اس کا حق دینا چاہتا ہے' اس کو رسوائی کے گڑھے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اسلام آنے سے قبل عورت کی حالت نہایت بدتر اور مظلوم تھی' وہ ہر قوم' ہر ملک' ہر خطہ میں مظلوم اور بے سہارا تھی' اسلام نے عورت کو ظلم کے گرداب سے نکالا' اس کو انصاف دیا' اس کو اسکا حقیقی دائرہ کار بتایا' اسکی عزت و عظمت کی حفاظت کی ذمہ داری لی' معاشرہ کو اسکا ادب و احترام سکھایا' لیکن دوسری طرف مغربی تمدن میں اسکے حقوق اسی طرح پامال ہوتے رہے' وہ ہر طرح کا ظلم سہتی رہی۔ پھر جب مغربی تمدن کو ہوش آیا تو عورت کی آزادی اور مساوات کا تصور ابھرا' اس کو مرد کے برابر لا کھڑا کیا' اور اسکو احساس دلایا گیا' کہ وہ کسی بھی حالت میں مرد سے کم نہیں ہے' وہ ہر کام کرسکتی ہے' ہر عہدہ اور منصب حاصل کرسکتی ہے' وہ ہر طرح سے آزاد ہے' اسی لئے عورت کو بھی وہ تمام حقوق ملنے چاہئیں جو ایک مرد کو حاصل ہیں' یعنی عورت پر ہر طرح کے ظلم و استیصال کے بعد ان کو احساس بھی ہوا تو عورت کی فطرت کا بالکل خیال نہیں رکھا گیا' اللہ نے فطری طور پر عورت کو نازک اور مرد کو طاقتور بنایا ہے۔ اسلیئے اسلام نے عورت کی فطرت کا خیال

* ریسرچ اسکالر' شعبہ دینیات' علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

رکھتے ہوئے دونوں کے دائرہ کار الگ الگ متعین کئے۔ مرد کے ذمہ ان حقوق کو واجب کیا جو اس کی طاقت اور فطرت کے تقاضا سے اس پر لاگو ہوتے ہیں اور عورت کی نازک فطرت کی بدولت اس کے حقوق الگ متعین کئے۔ لیکن مغربی تہذیب نے مرد اور عورت دونوں کو ایک ساتھ کھڑا کر دیا۔ یہ بات عورت کے لئے بھی دلچسپ تھی' اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ آج تک محض اس پر ظلم و جور ہی ہوتا رہا ہے' اور آج نئی تہذیب نے اس کے جذبات کا خیال رکھا۔

لہٰذا وہ دھیرے دھیرے معاشی' معاشرتی' اور تہذیبی امور میں مرد کی شریک بنتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اس کا وجود زندگی کے ہر شعبہ میں ضروری قرار پایا۔ اس کے بغیر زندگی بے کیف اور بے لطف تصور کی جانے لگی' عورت نے اسے ترقی کی طرف پیش رفت سمجھا اور وہ خود ایک کے بعد دوسرا قدم اٹھانے کے لئے بے چین و مضطرب رہنے لگی۔ وہ اس کے ظاہری حسن پر فریفتہ تھی' لیکن اس کے باطن میں چھپی ہوئی خرابیوں کو نہ دیکھ سکی' کیونکہ اس کے نزدیک مغربی تہذیب نے اس کو ظلم سے نجات دلائی' لیکن عورت کو اسکے انجام کا احساس نہیں ہوا۔ عورت کی اس آزادی کے بہت ہی گھناؤنے انجام سامنے آچکے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ زندگی کے ہر شعبہ میں عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کی وجہ سے جنسی آوارگی کا رجحان پیدا ہوا۔ فواحش کی کثرت عام ہوئی' بداخلاقی' نفس پرستی اور لذات جسمانی اس حد تک پہنچ گئی کہ مرد اور عورت' جوان اور بوڑھے سب شہوانیت میں حد سے گزرنے لگے' نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہ ہوا۔

تاریخ شاہد ہے کہ عورت جب بھی اس غرض سے باہر نکلی کہ وہ کسی بھی طرح مرد سے کمتر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اس کے برابر ہے' تو نتیجہ جنسی آوارگی کے سوا کچھ نہ ہوا' کیونکہ جنس مخالف ایک دوسرے کیلئے باعث کشش ہوتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کی فطرت پر رکھتا ہے' کیونکہ اگر کسی چیز کو اس کی فطرت پر رکھا جائے تو صحیح سلامت اور پُر امن ہوتی ہے اسی لئے اس نے مرد اور عورت دونوں کے دائرہ کار الگ الگ متعین کئے۔

۲۔ مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط سے دوسری بربادی خاندانی نظام کی ہے۔ کیونکہ پھر مردوں اور عورتوں میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہتی کہ ازدواج کی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے نبھا سکیں' ان کی اخلاقی کیفیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نسل کی تربیت بدتر سے بدترین ہوتی چلی جاتی ہے' اور انداز میں خودسری اتنی سرایت کر جاتی ہے کہ تمدن کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام کے نزدیک خاندان کی بنیاد پر معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے' خاندان کی ترقی خاندان کی بربادی معاشرے کی بربادی ہوتی ہے۔ اسلام ایک مضبوط اور پائیدار خاندان کو معاشرے کی ترقی کے لئے فراہم کرنا چاہتا ہے اور ان عوامل کو ان سے دور رکھنا چاہتا ہے جو اس کو منہدم کر دیں۔

۳۔ عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط سے تیسری بربادی یہ ہوئی کہ وہ اپنے حقوق و ذمہ داریوں کو یکسر فراموش کر چکی' اس کو صرف اتنا ہوش ہے کہ وہ مرد کے برابر ہے' یہاں تک کہ اس نے اپنے ممتا کے احساسات اور جذبات جو ہر

ماں میں فطری طور پر پائے جاتے ہیں کچل ڈالا‘ اور محسوس کرنے لگی کہ نسل انسانی پر جتنی ذمہ داریاں مرد پر عائد ہوتی ہیں اتنی ہی عورت پر۔ حالانکہ اس سلسلہ میں اسلام ایک معتدل اور متوازن نقطہء نظر کا حامل ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی عورت گھر سے نکل کر شمع محفل بنی مجلسوں اور محفلوں کی رونق بڑھانے لگی تو ترقی تو نہیں البتہ اس کے ذریعہ جنسی آوارگی پھیلی‘ جو گندگی بند کمروں میں نا قابل برداشت ہے وہ کھلم کھلا بازاروں اور سڑکوں میں پھیلنے لگی۔ یہاں تک کہ قابل احترام رشتے بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکے۔

تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ دنیا نے جب بھی اسلام کے اصولوں کو اپنایا اور مرد اور عورت اسلام کے بتائے ہوئے دائرہ کار کے اندر رہے‘ تو دنیا سے تمام برائیاں اور بدکاریاں مٹ گئیں یہاں تک کہ مسلمانوں نے تمام دنیا پر حکومت کی۔ دینی اور دنیاوی اعتبار سے ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کئے کہ جس کو پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔

اسلام نے عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کو حرام اور قابل نفرت قرار دیا‘ لیکن دائرہ ازدواج کے اندر اسی تعلق کو مستحسن اور کار ثواب بنایا‘ اور نکاح سے بے رغبتی کو ناپسند کیا‘ تاکہ فواحش اور بے حیائی کے تمام دروازے بند کردیئے جائیں‘ اور جنسی میلان کو خاندان کی تخلیق اور استحکام کا ذریعہ بنایا۔ عورت کو گھر کی ملکہ بنایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولی (سورہ الاحزاب: ۳۳) ”اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن سنور کر نہ نکلو۔“

لیکن عورت ضرورت کے وقت اسلامی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ اسلام نے معاشی اعتبار سے بھی عورت کو بہت مضبوط کردیا ہے۔ تاکہ سماج میں اس کی قدر و منزلت برقرار رہے۔ جیسا کہ اس کو وراثت کے حقوق دیئے۔ باپ‘ شوہر‘ اولاد اور قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ شوہر کی طرف سے وہ مہر کی حقدار ہے۔ وہ ان پیسوں کو تجارت میں لگا کر ترقی حاصل کرسکتی ہے‘ اس مال پر صرف اسی کا حق ہے۔ اگرچہ وہ معاشی اعتبار سے کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو شوہر پر اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری ہے۔ اسلام میں عورت کی معاشی حالت بہت مستحکم ہے۔

اسلام عورت کو شوہر کے انتخاب کی پوری آزادی دیتا ہے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے نکاح کرلے تو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کو اس کو روکنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کی رضامندی کے خلاف ماں باپ کسی اور سے اس کا نکاح نہیں کرسکتے‘ لیکن اگر وہ جذبات میں کوئی غلط قدم اٹھاتی ہے تو اس کے اولیاء کو اس کو روکنے کا پورا حق ہے۔

عورت ایک ناپسندیدہ اور ظالم شوہر سے خلع لے کر آزاد بھی ہوسکتی ہے۔ بیوہ اور طلاق شدہ کو نکاح ثانی کا حق حاصل ہے۔

اس کے علاوہ شوہر کو بیوی پر جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کو استعمال میں حسن سلوک اور خیر خواہی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ عورت کے ساتھ محبت واخلاص، ہمدردی وایثار کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اسلام میں اس جذبہ کی عورت اور مرد کے درمیان تعلقات میں اساسی اہمیت ہے۔ اسلام نے اس معاملہ میں بے نظیر کامیابی حاصل کی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: "وعاشروھن بالمعروف" (عورتوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو) ولا تنسوا الفضل بینکم (اور آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھولو)

نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جو بیویوں کے ساتھ اچھے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ لطف و مہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں۔

اسلام نے عورتوں کے لئے تعلیم کو اسی طرح قرار دیا، جس طرح مردوں کے لئے۔ نبی ﷺ سے مرد اور عورت دونوں ہی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نہ صرف عورتوں کی معلّمہ تھیں بلکہ بڑے بڑے صحابہ ان سے حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو ذلت وعار کے گڑھے سے نکال کر عزت وشرف بخشا اور عورت کے وجود کو خواہ وہ بیٹی ہو، ماں ہو، یا بیوی ہو ہر ایک کو رحمت اور باعث سکون بنایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح ہوں گے، جیسے میرے ہاتھ کی انگلیاں (مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب)

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔ (نسائی کتاب النکاح)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی نعمتوں میں سب سے زیادہ محبوب عورت اور خوشبو ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی کتاب عشرۃ النساء)

درحقیقت اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو ظلم وجبر سے نکال کر عزت وسربلندی عطا فرمائی۔ اسلامی سوسائٹی میں عورت کو وہ بلند مقام حاصل ہوا جس کی نظیر دنیا کی کسی سوسائٹی میں نہیں ملتی۔

جس طرح مرد کے لئے عزت اور ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ مرد رہے اور مردانہ خدمات انجام دے۔ اسی طرح عورت کے لئے عزت وترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ عورت رہے اور زنانہ خدمات انجام دے۔ کیونکہ عورت کے لئے عورت کے دائرہ کار میں ہی اس کی ترقی اور کامیابی کی راہیں کھلی ہیں۔

تاثراتی مکاتیب بنام مولانا سمیع الحق ایڈیٹر الحق ادارہ

الحق کے چالیس سال کی مناسبت سے خصوصی سلسلہ

(الحق کے اجراء کے موقع پر اکابرین امت کے تحسینی پیغامات)

حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند: دارالعلوم کا ایک نسخہ رجسٹرڈ پیکٹ سے آپ کے نام بھیجا جارہا ہے، اپنے رسالہ میں تاریخ دارالعلوم پر تبصرہ بھی شائع فرمادیں اور بزرگان دارالعلوم کے حالات کا جو حصہ ہے اس کے اقتباسات بھی وقتاً فوقتاً اپنے رسالہ میں شائع فرمائیں۔

ریحانۃ الہند برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ: دارالعلوم اور ماہنامہ الحق کے لئے بھی دعاگو ہوں، اللہ جل شانہ اس کو ہر نوع کی ترقیات سے نوازے، مکارہ سے محفوظ فرمادے۔

حضرت العلامہ محمد منظور نعمانیؒ بانی ماہنامہ الفرقان لکھنو الحق کے قریباً ۸۔۱۰ پرچے جو یکجا آپ نے روانہ کئے تھے وہ بھی پہنچ گئے تھے، اس کے بعد سے الحق اکثر مہینوں میں پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص اور ابتغاء وجہ اللہ کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق ہم آپ سب کو دے اور قبول فرما کر وسیلہ مغفرت بنائے۔

امیر جمعیت العلماء ہند حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ

اس پرچہ کو دیکھ کر آپ حضرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

مجاہد آزادی خان غازی کابلی احراریؒ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب عثمانی کے ہاں الحق کے اگست ۱۹۷۷ء کے شمارے کے نیاز حاصل ہوئے تو بہت سے پرانے دوستوں کی یادیں تازہ ہوئیں، حاجی محمد امین مجاہد ترنگ زئی کے مضمون کو پڑھ کر ارباب عبدالغفور سے تصور میں ملاقات ہوئی۔ خدا جانے اب وہ زندہ ہیں یا خدا گنج کو سدھار گئے۔ حکیم عبدالسلام آف ہری پور ہزارہ کے مضامین ''کابل کی مشکبار فضاؤں میں'' کو بھی مشتاق کی نگاہوں سے مطالعہ کیا۔

نامور سکالر و ادیب علامہ محمد حمید اللہؒ فرانس یہ دیکھ کر حقیقی مسرت ہوتی ہے کہ الحمدللہ ''الحق'' کا علمی معیار روز بروز بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔ اور اس میں ناظرین کے ہر طبقے کے لئے کچھ نہ کچھ دلچسپی کی چیزیں مل جاتی ہیں۔

حضرت مولانا ابن انور سید محمد از ہر شاہ قیصر الحق کے دو پرچے مجھے ملے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی اس مبارک' کامیاب اور موزوں جدوجہد پر آپ کو تفصیلی خط لکھوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد لطافت الرحمان صاحب ؒ 'استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور

آپ اور آپ کے الحق سے قلبی ربط و تعلق' ذکر اذکار اور تحسین و آفرین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

مولانا سعید الرحمان علوی مرحوم:

قبلہ والد مکرم الحق کے ابتدا سے خریدار ہیں۔ پہلی جلد کے دس نمبرات کے بعد وہ جلد نمبر ا شمارہ ۱۱ سے خریدار بنے جب سے اب تک اس مجلّہ علمیہ سے قلب ونظر کو روحانی سکون نصیب ہو رہا ہے

حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی مدظلہ' مدیر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

آپ کے تین شمارے ملے ہیں' افسوس کہ ان حالات کے باعث باقاعدہ تو پڑھ نہ سکا مگر ایک سرسری نظر میں مجھے جو کچھ نظر آیا وہ قابل مبارکباد ہے۔ آپ نے تو اس راہ کے تجربہ کاروں کو بھی مات کر دیا۔ انداز ترتیب اور گیٹ اَپ' سبحان اللہ' دینی رسالوں میں تو ایسا شاندار کوئی دوسرا دیکھا نہیں۔ اللہ کرے آپ اسے قائم رکھنے میں کامیاب رہیں۔ (ایک مکتوب سے اقتباس)

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ مہتمم نجم المدارس کلاچی اداریہ پڑھا' پہلا آئیٹم مشینی ذبح احتجاجاً کچھ کم نہیں تھا۔ ادیبانہ طنز خوب دلچسپ ہے۔ ہندی بزرگ کی بھی خوب خبر لی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ' لیکن اداریہ کے آخری ایٹم پرستارانِ سلاطین علماء کو بروقت جگانے سے تو دلی دعائیں نکلیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا لطافت الرحمانؒ مدرس دارالعلوم اسلامیہ سیدو شریف سوات:

الحق يعلو و لا يعلى

الحق يعلو ولا يعلى وان له' فالحق حق و نور

فخراً و فضلاً على كل المجلات و عروة ثم حرز في المهمات

الحق کا اداریہ بھی ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ۔ تازہ شمارہ ماہ مئی ۱۹۶۶ء کے نقش آغاز میں مغربی پاکستان کے بچوں کی بہبود کونسل کی چیئرمین صاحبہ کی تجویز پر آپ کا نکتہ کتنا ہی قیمتی ہے۔ نیز رقص و سرود کی محفل کو تلاوتِ قرآن سے شروع کرنے پر آپ کا دینی اور آئینی طنز کس قدر خوب ہے۔ ع اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ۔

مملکت پاکستان کے ان کارناموں کا دردناک پہلو یہ ہے کہ وہ ان معکوس ترقیوں پر فخر کرتی ہے اور یہ نہیں سوچتی کہ

کی مسلمان نے ترقی جو فرنگی بن کر یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلمان کی نہیں

ادارہ

افکار و تاثرات ________ قارئین بنام مدیر

از: حضرت مولانا سید سلمان ندوی، استاد حدیث ندوۃ العلماء و ناظم جامعہ سید احمد شہید لکھنؤ (بھارت)

سینئر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب، بنوں

ڈاکٹر اینڈر یو وان (پریذیڈنٹ انٹرنیشنل فاؤنڈیشن سالٹ، ہالینڈ)

جناب عبدالرشید مغل، سرگودھا

عرصہ دراز کے بعد آج تیسری دفعہ دارالعلوم حقانیہ کی زیارت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضرت شیخ مولانا سمیع الحق حفظہ اللہ اور انکی نیکوکار و صالح فرزندوں اور ان کے پاکباز اور خوش مزاج ساتھیوں کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اس سے پہلے بھی جامعہ ہذا کی حاضری اور زیارت کا موقع ملا تھا اور اس موقع پر یہاں آنا کشمیر وغیرہ کے طویل وعریض زلزلہ سے متاثرہ علاقہ جات کے دیکھنے اور ان کے احوال معلوم کرنے کی وجہ سے ہوا۔ اور اسی دن جامعہ ہذا کے تعلیمی سال کا افتتاحی موقع تھا۔ ان حضرات دامت برکاتہم نے مجھے موقع محل کی مناسبت سے کچھ کلمات کہنے کا موقع دیا جیسا کہ ہم نے اکوڑہ خٹک کے اس قصبہ میں قیام کیا اور ان مقامات مقدسہ کی زیارت ہوئی جہاں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ نے جہاد کیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جامعہ میں جس کی خدمات اس منطقہ کی تاریخ میں خصوصاً اور بلاد ہند افغانستان میں وغیرہ کی تاریخ میں عموماً ثبت میں برکات نازل فرمائیں کہ اللہ پاک ہی توفیق دینے والا ہے

(مولانا) سید سلمان ندوی، استاد حدیث ندوۃ العلماء و ناظم جامعہ سید احمد شہید لکھنؤ (بھارت)

مولانا راشد الحق صاحب۔ مدیر ماہنامہ ''الحق''

السلام وعلیکم! ماہنامہ ''الحق'' باقاعدگی کے ساتھ موصول ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کو پڑھ کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔ یوں تو اس کا ہر شمارہ بہت ہی معیاری اور مفید ہوتا ہے لیکن اکتوبر کا شمارہ تو ہر لحاظ سے بہت ہی خوبصورت اور معیاری تھا۔ تمام مضامین انتہائی جامع، علمی اور تحقیقی تھے۔ اور زلزلے پر آپ لوگوں کی رائے اور تبصرہ برموقع اور جامع تھا۔ نومبر کا شمارہ بھی خوب سے خوب تر کی اعلیٰ مثال تھا۔ اس سے پہلے جولائی کے شمارہ میں مولانا ابراہیم فانی صاحب کا سوانحی اور تعزیتی مضمون کو بار بار پڑھا۔ واقعی مولانا نے اپنے قلم سے اپنے دوست مولانا حافظ رشید احمدؒ کی تعزیت کا حق ادا کر دیا ہے۔ باقی آپکے رسالہ میں ہندوستانی علماء اور دانشوروں کے مضامین کی اشاعت اسکا ایک اور نمایاں وصف ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کا ماہنامہ 'الحق' دیگر تمام مجلات میں ہمیشہ سے ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ پھر آپ کی الحق کیلئے مساعی سے اس

کی ترتیب و تدوین اور معیار میں بڑی بہتری آئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے شاگرد سے اللہ دین کی اشاعت کا کام لے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کامیابی میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلامؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے آپکی محبت اور عقیدت کا بڑا عمل دخل ہے۔ آپ کیلئے ہر وقت دعا گو رہتا ہوں۔

سینیٹر (مولانا قاری) محمد عبداللہ' بنوں۔ نائب امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد۔ وسابق مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

انٹرنیشنل فلاحی و مذہبی ادارہ سالٹ کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر اینڈریو وان نے دارالعلوم کی مہمانوں کی کتاب میں یہ تاثرات انگلش میں قلمبند کئے اس کا ترجمہ اور تلخیص نذر قارئین ہے:

''اس عظیم امتیازی جگہ کا یہ میرا پہلا دورہ ہے۔ نوجوان نسل کے لئے ازراہ کرم اس تعلیم کو مستقبل میں جاری رکھیں۔ خدا ہم سے یقین کی راہ پر مزید تعلیم دلوانا چاہتا ہے۔ یہ دنیا بہت بڑی ہے اور ہولناک واقعات کا سامنا ہے۔ مگر ہم اس کیلئے کچھ کر سکتے ہیں۔ خدا آپ کی بخشش فرمائے۔'' (ڈاکٹر اینڈریو وان' ہالینڈ)

صوبہ سرحد کے معروف اخبار روزنامہ ''جہاد'' پشاور کے اداریہ میں ماہنامہ ''الحق'' کا اعتراف اور تحسین:

ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض دوسرے دینی مدارس کے ماہناموں کی طرح ادھر ادھر سے مضامین کی بھرمار نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہر مہینے نہایت پرمغز مقالے' سیاسی تبصرے اور دینی مسائل و مضامین موجود ہوتے ہیں جو وقت کے دھارے کے ساتھ قارئین کے دلوں کو گرماتے ہیں اور ان کی دینی' ذہنی و سیاسی معاملات کے بارے میں صحیح رہنمائی کرتے ہوئے انہیں حالات حاضرہ سے بھی باخبر رکھتے ہیں ان کے ادبی ذوق کو جلا بخشتے ہیں تاریخ' تہذیب و تمدن اور دیگر مروجہ علوم و فنون کے بارے میں ان کی تشنگی بجھاتے ہیں

محترم المقام جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج بخیر۔ ۷/دسمبر ۲۰۰۵ء رات آٹھ بجے بی بی سی نے اسلامی ممالک کی تنظیم مکہ مکرمہ کے اجلاس کی افتتاحی کاروائی نشر کی۔ اس پر آپ کا انٹرویو اور تبصرہ بھی نشر کیا گیا ہے۔ جو کہ عین حدیث نبوی ﷺ کے فرمان اقدس کے مطابق تھا۔ افضل الجہاد (کلمۃ حق عند سلطان جائر)۔ آپ کا یہ کلمہ حق ان بزدل اور ڈرپوک حکمرانوں نے بھی سنا ہوگا جبکہ دنیا عالم کے مسلمانوں نے سنا ہے۔ بلاشبہ یہ آپ کی حق گوئی اور صداقت امت محمدیہ کی صحیح ترجمانی ہے۔ احقر آپ کی حق گوئی اور جرات کو سلام پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ بڑھاپے جسمانی اور دماغی کمزوری ہے۔ آپ کا نیازمند

(عبدالرشید مغل) بھیرہ' ضلع سرگودھا

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

وفاقی وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق اور انٹرنیشنل ادارہ سالٹ کے سربراہ ڈاکٹر اینڈریو کی دارالعلوم آمد:

۱۴ ردسمبر کو وفاقی وزیر مذہبی امور جناب اعجاز الحق نے ہالینڈ سے آئے ہوئے فلاحی ادارہ سالٹ (SALT) کے سربراہ ڈاکٹر اینڈریو وان اور لاہور کے بشپ کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کا دورہ کیا اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے تفصیلی بات چیت کی انہوں نے دارالعلوم کے تمام اہم شعبوں اور نصاب و نظام میں بڑی گہری دلچسپی لی۔ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ ہائی سکول میں طلبہ سے خطاب بھی کیا۔ اور کہا کہ مجھے یہاں آ کر بڑی خوشی ہوئی ہے آپ لوگ تعلیم پھیلا رہے ہیں اور تعلیم روشنی کا نام ہے۔ میں خود بھی دنیا بھر میں جہالت کے خلاف جنگ کو اپنا مقصد سمجھتا ہوں، اور ہمیشہ اپنے پاس اپنی مذہبی کتاب انجیل رکھتا ہوں۔ میری زندگی کا مقصد دوسرے ملکوں میں اللہ کا کلام پہنچانا ہے۔ میں فلسطین میں غزہ یونیورسٹی میں بھی اسلام اور مسیحیت پر لیکچر دیتا ہوں۔ آپ لوگ بھی اسلام اور دیگر مذاہب کا مطالعہ کریں۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ خوب محنت کریں اور دارالعلوم حقانیہ جو علم اور امن کی جگہ ہے یہاں پر یکسوئی کے ساتھ علم کی روشنی حاصل کریں۔ میں حقانیہ کو دوبارہ بھی آؤں گا مجھے یہاں آ کر بڑی خوشی ہوئی ہے اور میں مولانا سمیع الحق صاحب کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارا بڑا اچھا خیر مقدم کیا ہے۔ اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خیر مقدمی کلمات میں مدارس دینیہ کے بارے میں مغربی خدشات کو غلط فہمی یا جان بوجھ کر پروپیگنڈہ قرار دیا اور کہا کہ ہمارے مدارس کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ ہم نے پچھلے پانچ چھ سال سے دارالعلوم کے دروازے مغربی میڈیا کیلئے کھولے ہوئے ہیں۔ اور یہاں پر کوئی دہشت گردی یا تخریب کاری کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ مغرب کو چاہیے کہ وہ اسلام اور دینی مدارس کی حقیقت کو تسلیم کرے۔ اس موقع پر وفاقی مذہبی امور جناب اعجاز الحق نے بھی مختصر خطاب فرمایا اور انہوں نے اس موقع پر کہا کہ دارالعلوم میں حاضری کا کئی بار مجھے موقع ملا ہے لیکن مجھے پہلی مرتبہ حقانیہ کے ہائی اسکول تعلیم القرآن آ کر حیرت اور خوشی ہوئی ہے کہ اتنا خوبصورت اور معیاری سکول بھی آپ حضرات مدرسہ کیساتھ ساتھ گزشتہ 68 سال سے کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ میں یہ بات دنیا بھر میں پہنچاؤں گا کہ دارالعلوم حقانیہ میں عصری علوم وفنون پر مشتمل ایک بڑا ہائی سکول بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ بہت جلد آپ لوگوں کو یہ خوشخبری بھی مل جائے گی کہ وفاق المدارس سمیت تمام وفاقوں کو حکومت قانونی بورڈز کا درجہ دے رہی ہے۔ اسلام رواداری، اخوت اور محبت کی تلقین کرتا ہے۔ میں آپ کے درمیان خود کو پا کر بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

جرمن جرنلسٹ کی دارالعلوم آمد: جرمنی کے سرکاری اور مرکزی ریڈیو کے اہم عہدیدار مارک تھورنر (Marc Thoerner) نے دارالعلوم کا دورہ کیا اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے ریڈیو کیلئے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔

ناروےجن سکالر لیلیٰ بخاری کی دار العلوم آمد: ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۵ء بروز اتوار کو ناروے کی معروف سکالر اور رائٹر لیلیٰ بخاری پاکستانی صحافیوں کے ہمراہ دار العلوم تشریف لائیں اور آپ نے اپنی نئی کتاب کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے تفصیلی انٹرویو قلمبند کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا مدظلہ نے موجودہ حالات میں دینی مدارس کے کردار اور اس کی اہمیت کے متعلق اہم امور پر اپنی رائے سے انہیں آگاہ کیا۔

C.B.C ٹیلی ویژن کینیڈا کے نمائندوں کی آمد: جامعہ دار العلوم حقانیہ کے ملکی و ملی خدمات کی وجہ سے دنیا بھر کے شہرہ آفاق میڈیا کے اہم نمائندے' اسکالرز' اور سفارتکار وقتاً فوقتاً اس بین الاقوامی ادارہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور استفادہ کیلئے آتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں کینیڈا کے سی بی سی ٹیلیویژن کے نمائندے مسٹر مائیک (Mr. Micke & Nazim) وغیرہ پاکستان میں بی بی سی کے رپورٹر جناب رحیم اللہ یوسفزئی کی معیت میں جامعہ حقانیہ تشریف لائے۔ ادارہ کے نائب مہتمم وفاق کے ناظم مولانا انوار الحق مدظلہ کیساتھ ان کا حقانیہ اور وفاق المدارس العربیہ کے کردار' ملک اور بین الاقوامی حالات حاضرہ پر تفصیلی مذاکرات اور انٹرویو ہوئے۔ مولانا نے ان کو مدارس کے تعمیری کردار اور اسلام کے عالمگیر امن و سلامتی کے پیغام پر تفصیلی بریفنگ دی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کا دورہ مانسہرہ' بٹگرام' بالاکوٹ و مظفر آباد:

صوبہ سرحد و آزاد کشمیر کے ایک بڑے حصہ میں ۸ر اکتوبر ۲۰۰۵ء کے سانحہ کے سلسلہ میں جو تباہ کاریاں ہوئیں وہ پوری ملت اسلامیہ کیلئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس صدمہ جانکاہ کے موقع پر امت مسلمہ' ملک کے دینی جذبہ سے سرشار مسلمانوں' سیاسی جماعتوں نے جس عزم و استقلال اور تعاون کا مظاہرہ کیا' یادگار حیثیت سے تا قیامت اذہان میں موجود رہے گا۔ اس اندوھناک موقع پر دینی مدارس نے عظیم کردار ادا کر کے متاثرین کی جو دادرسی کی اس کی وجہ سے متاثرین زلزلہ کو بے پناہ حوصلہ ملا۔ دار العلوم حقانیہ سے لاکھوں روپے پر مشتمل سامان جو کہ اجناس' ٹینٹوں' کمبلوں اور رادویہ کی صورت میں تھا حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ کے سرپرستی میں زلزلہ کے چوتھے روز اور اس کے پندرہ روز بعد حضرت مولانا محمد انوار الحق' نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی نگرانی میں متاثرہ علاقوں میں پہونچا کر تقسیم کیا گیا۔ انہی دینی مدارس کے مساعی کے سلسلہ میں پاکستان میں قائم دینی مدارس کی عالمگیر تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے عاملہ کے ارکان کا ایک وفد استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب' صدر وفاق کی قیامت میں صوبہ سرحد و آزاد کشمیر کے متاثرہ علاقوں کے دورہ پر روانہ ہوا۔ یہ دورہ ۲۱' ۲۲' ۲۳' ۲۴ر نومبر چار دنوں پر محیط کے وفاق کے ناظم اور جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق بھی شریک دورہ رہے۔ اس دوران شنکیاری' بٹل' بٹگرام اور مانسہرہ میں متاثرین اور علاقہ کے علماء کرام سے خطابات کے دوران صدر وفاق و عاملہ کے اراکین نے عوام کو صبر و استقامت' رجوع الی اللہ کی تلقین کرتے ہوئے علماء کرام کو متاثرین کی سرپرستی اور خدمت کیلئے تن من دھن وقف کرنے پر زور دیا۔ ...... ۲۴ر نومبر کو دورہ کے اختتام پر وفاق کے عاملہ کا اجلاس مظفر آباد میں منعقد ہوا۔ جسمیں متاثرین کے امداد کے سلسلہ میں مختلف تجاویز اور فیصلے کرتے ہوئے

افسوس کا اظہار کیا گیا کہ سینکڑوں مساجد و مدارس زلزلہ کی زد میں آنے کی وجہ سے منہدم ہو چکے ہیں۔میڈیا و اخبارات و دیگر ذرائع ابلاغ ان مقدس مقامات کی تعمیر یا مرمت کرنے کی طرف توجہ تو درکنار ذکر کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ وفاق کے فیصلہ کے مطابق وفاق ریلیف فنڈ قائم کر کے آزاد کشمیر وصوبہ سرحد کیلئے وفاق کے ارکان پر مشتمل دو کمیٹیوں کا تشکیل ہوا کہ فوری طور پر متاثرہ علاقوں میں مساجد و مدارس کے منہدم ہونے کا سروے کر کے وفاق کے مرکز کو تفصیل ارسال کردی جائے۔صوبہ سرحد کے سروے کمیٹی میں حضرت مولانا محمد انوارالحق کو شامل کیا گیا۔اسی سلسلہ میں حضرت مولانا انوارالحق صاحب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا فیض الرحمان عثمانی، مولانا عبدالحلیم صاحب ہری پور نے ۲۷/۲۸ نومبر کو مانسہرہ، بٹگرام، بشام اور الائی کا دورہ کیا جہاں علماء کے اجتماعات منعقد کر کے ذیلی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں کہ گاؤں گاؤں جا کر تفصیلات جمع کرنے کے بعد دس دن کے اندر دفتر وفاق کو ارسال کردی جائیں۔انشاء اللہ معلومات جمع ہونے پر وفاق المدارس اپنی بساط کے مطابق دین کے ان شعائر اور قلعہ گاہوں کی امداد کر کے ان کو دوبارہ قال اللہ اور قال الرسول کی شعاعوں کا منبع و مرکز بنانے کی سعی کرے گا۔

پاکستانی سکالرز کی دارالعلوم آمد: پروفیسر جامی چانڈیو صاحب، پولیٹیکل سائنٹسٹ و جرنلسٹ گزشتہ دنوں اپنے ساتھیوں، جناب نیاز احمد صاحب، اور محترمہ حنا صاحبہ پروگرام آفیسرز، نیشنل ڈیموکریٹک انسٹیٹیوٹ فار انٹرنیشنل آفیئرز دارالعلوم تشریف لائے۔انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا اور دارالعلوم کے اساتذہ سے تبادلہ خیال کیا اور انہوں نے دارالعلوم کے حسن انتظام پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

''تحریک نظام خلافت راشدہ'' کے بانی اور صدر ڈاکٹر میر معظم علی علوی تھانوی کی وفات: ''تحریک نظام خلافت راشدہ'' کے بانی اور صدر ڈاکٹر میر معظم علی علوی تھانوی جو ''دفاع افغانستان و پاکستان کونسل'' کے تاسیسی رکن بھی تھے گزشتہ دنوں تقریباً اسی برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ان اللہ وانا الیہ راجعون۔قارئین سے انکے رفع درجات کیلئے دعا کی درخواست ہے۔موصوف کا دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جمعیت علماء اسلام اور حقانی خانوادے سے خصوصی اور دیرینہ تعلق خاطر رہا۔انہوں نے اپنی پوری زندگی نظام خلافت راشدہ کے احیاء کیلئے وقف کر کے تادم وفات اسی جدوجہد وسعی میں صرف کی۔اس مقصد کیلئے انہوں نے اسلام آباد اور لندن میں لوگوں کی ذہن سازی کے لئے اسلامی تعلیم وتربیت کا ادارہ بھی قائم کیا تھا۔قارئین سے ان کے رفع درجات کیلئے دعا ہے۔

ناظم ''الحق'' نثار محمد کو صدمہ: ناظم الحق نثار محمد جو کہ دارالعلوم کے قدیم مخلص خدام میں سے ہیں گزشتہ دنوں ان کے چچا جان دلاور خان طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔مرحوم قاری فضل القادر توحیدی کے والد تھے۔اور جناب صاحبزادہ صاحب جو دارالعلوم کے انتہائی مخلص اور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے خاص عقیدتمندوں سے ہیں کے چچا تھے۔مرحوم نیک اور شریف انسان تھے، آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔نماز جنازہ میں نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ، مدیر الحق مولانا راشد الحق سمیع صاحبان، اور اساتذہ کرام وطلباء اور علاقہ کے عام وخواص نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے قرب سے نوازیں۔

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سعالین

مفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد خشک موسم یا گردوغبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سعالین لیجئے۔ سعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور ان کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلہ زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لئے

صدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لئے یکساں مفید۔
شوگر فری صدوری بھی دستیاب ہے۔

سعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صدوری۔ ہر گھر کے لئے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ: تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائزہ منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ ملاحظہ کیجئے:
Www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱۔	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰۔	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲۔	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	ردی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۵۰
۱۸۔	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱۔	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	مطبوعہ
۲۲۔	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰